تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

القول المقبول
لنفی فیء الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم

المعروف بہ
نفی سایۂ مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم

محقق اہلسنت
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا
محمد یعقوب ہزاروی
مدظلہ العالی

ناشرین **طلبۂ درجۂ سابعہ** (درس نظامی)
(1998ء)
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم
راولپنڈی

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

القول المقبول
لنفی فیءِ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم

المعروف بہ

نفی سایۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محقق اہلسنت
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا
محمد یعقوب ہزاروی
مدظلہ العالی

ناشرین طلبہ درجہ سابعہ
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

نام کتاب :- نفی سایہ مصطفی علیہ السلام

مصنف :- علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی

پیش لفظ :- مولانا محمد حنیف قریشی

پروف ریڈنگ :- محمد اعجاز شاہد

معاون :- حافظ عبدالحمید

کمپیوٹر کمپوزنگ :- ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر ڈی بلاک سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

کمپوزر :- حافظ محمد شاہد خاقان

ناشر :- **تنظیم علماء ضیاء العلوم** (انٹرنیشنل)

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

صفحات :- ۸۰ صفحات

قیمت :- Rs 36/-

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
- ☆ احمد بک کارپوریشن اردو بازار راولپنڈی
- ☆ جامعہ مجددیہ فضل العلوم فوجی کالونی پیرودہائی راولپنڈی
- ☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مکتبہ تنظیم المدارس لوہاری گیٹ لاہور
- ☆ ضیاء اصقر آن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ آستانہ خیریہ جی سیون ٹو، فور ستارہ مارکیٹ اسلام آباد
- ☆ محمد امیر حسین ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

﴿فہرست مضامین﴾

کلماتِ تشکر و امتنان

اس کتاب کی طباعت میں جن احباب و طلباء نے تعاون کیا ہم ان سب کے ممنون و مشکور ہیں۔ شعبہ کمپیوٹر کے قاری محمد شاہد خاقان نے کمپوزنگ کی اور درجہ سابعہ درس نظامی کے طلباء [محمد اعجاز شاہد، عبدالحمید، محمد محمود احمد، قاضی سعید الرحمٰن، محمد اخلاص سیالوی، ندیم اقبال، سیدادا حسین شاہ، شوکت حیات الخیری، سید لیاقت علی گیلانی، محمد حنیف قریشی، محمد نزاکت تبسم، محمد امین،، محمد یونس کیانی، محمد ارشد قادری] جنہوں نے اپنے اساتذۂ کرام کے قلمی شاہکاروں کو شائع کرنے کے لئے خصوصی طور پر فنڈ اکٹھا کیا، انتہائی شکر گذار ہیں۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالی ان عزیزوں کو مزید عزم و جذبہ عطاء فرمائے۔ تاکہ اور بہتر طور پر تحریری و تصنیفی میدان میں خدمات انجام دے سکیں۔ اس سے قبل بھی حضرت استاذ العلماء مولانا عبد الرزاق چشتی بھتر الوی کی تصنیف "اذان کے ساتھ درود شریف مستحب ہے" اور مولانا محمد فضل الدین نقشبندی کی "التبرک بآثار الصالحین" طبع کرانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

حافظ خان محمد قادری ناظم مالیات واکین تنظیم علماء ضیاء العلوم

بسم الله الرحمن الرحیم

﴿پیش لفظ﴾

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں افضل ترین ہستی نبی پاک ﷺ کی ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے صفاتِ حمیدہ سے متصف فرما کر مبعوث فرمایا اور " ورفعنا لك ذكرك " کا خطاب عطاء فرما کر اپنے حبیب ﷺ کی شان بے مثال کو اوج کمال عطاء فرمایا۔

یہ حقیقت ہے کہ نورِ مجسم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لاتعداد خوبیوں سے نوازا ۔ علم و عمل، حسن صورت و سیرت، قوت و بصیرت ، جودت و رحمت، سعادت و شوکت اور فہم و تدبر و دیگر کمالات و معجزات کا ایسا انعام عطاء فرمایا کہ خود آپ کی ذات کو ہی " محمد " [تعریف کیا ہوا] بنا دیا۔
حضرت امام بوصیریؒ نے اسی کیفیت کے پیش نظر فرمایا:

فاق النبیین فی خلق وفی خُلق
ولم یدانوه فی علم ولا کرم

اور علامہ جامیؒ نے فرمایا:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچه خوباں همه دارند تو تنها داری

اور اس میں بھی شک نہیں کہ جس طرح خالق و مالک جل و علا بے عیب و بے مثال ہے، اسی طرح اس نے اپنے محبوب ﷺ کو مخلوق میں بے مثال بنا کر، رفعت کا تاج پہنا کر، شرفِ محبوبیت سے نواز کر یوں کلام فرمائی۔
"کلهم یطلبون رضائی و أنا أطلب رضاك یا محمد"

اس بے مثال محبوب کو جب مخلوق نے دیکھا تو کسی نے کہا :

خلقت مبرء من کل عیب　　　کانک قد خلقت کما تشاء

اور کسی نے حسن بے مثال کا بیان یوں کیا۔

"لو رأیته لرأیت الشمس طالعة"

اور خود خدائے لم یزل نے فرمایا :

"واشرقت الارض بنور ربها"

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی پاک ﷺ کی شخصیت وسیرت کو بحقہ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ بلکہ آپ کی سیرت کے کسی ایک پہلو کو بیان کرتے کرتے عمریں بیت گئیں اور کہنے والے کہنے پر مجبور ہوئے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

نبی مکرم ﷺ کو جہاں اور لاتعداد معجزات و کمالات عطا ہوئے وہیں پر ایک کمال آپ کے جسد اقدس کا **"تاریک سایہ کا نہ ہونا"** بھی ہے - یہ بات اگرچہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں، تاہم سلف صالحین نے اس کو ثابت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے نورانی جسم کا سایہ نہ تھا۔ اور اسی بات پر علماء امت متفق رہے، اور ہیں۔

لیکن جدید تحقیقات وسائنسی ایجادات و مشاہدات کے اس ہوشربا دور میں بعض احباب...... جن کے متعلق حسن عقیدت کا ہی یقین ہے...... نے "جدید تحقیق" کی رو میں نبی پاک ﷺ کے جسدِ اقدس کے لئے تاریک سائے کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور متعدد عقلی شبہات واشکالات کے پیش نظر اعلیٰ درجے کے　　　ومفسرین اور محدثین و اسلاف کے متعلق شاید غیر ارادی طور ایسی عبارات زیر قلم آگئیں جو ان ہستیوں کے شایان شان ہرگز نہ تھیں -

مشورہ دیا گیا　تھا کہ چونکہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے تو ہے نہیں، لہذا اس کے بجائے ان مسائل پر تحقیق کی جائے جن کا تعلق ضروریاتِ دین سے ہے -

ایک تو یہ تحقیق اسلافِ امت اور علماء کی تحقیق کے خلاف ہے اور اگر بالفرض اس کو صحیح مان کر نبی پاک ﷺ کے لئے سایہ کا ہونا ثابت کر بھی دیا جائے تو سوائے تذبذب اور انتشار کے اور کون سا دینی مفاد حاصل ہو گا۔

بایں ہمہ انہوں نے اس مسئلہ پر اعتراض واشکال قائم کر کے ایک "سوال نامہ" ترتیب دے کر دیگر علماء واصحابِ علم وفضل کی طرح قبلہ استاذ محترم مولانا محمد یعقوب ہزاروی مدظلہ العالی کو بھی روانہ کیا جس پر استاذی المکرم نے ایک مفصل جواب تحریر فرما کر ارسال کیا۔ دیانت علمی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس جواب کو بھی چھاپا جاتا مگر ایسا نہ ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد ایک مستقل کتاب بنام "**سایہ مصطفی** ﷺ" چھاپ دی گئی جس میں جمہور علماء واسلاف امت کی تحقیق وعقیدہ کو نہ صرف غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ بڑے سخت لہجے میں اس مسلمہ عقیدے کے باطل ومن گھڑت ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔

اسی طرح دیئے گئے جوابات پر...... جو محض علمی ابحاث تھیں...... بغیر تذکرہ اصل رد کیا گیا اور کہا گیا کہ "صدیوں پر محیط قرونِ اولیٰ میں کوئی محقق پیدا نہ ہوا کہ جو تحقیق کرتا"۔ اور اپنی تحقیق کے "صواب" ہونے کا عندیہ دیا گیا۔

مذکورہ کتاب کو پڑھ کر یقیناً ہر محب رسول اور اسلاف کرام کے عقیدت مند کا دل دکھی ہونا ایک فطری امر ہے ۔ اس کتاب کی اشاعت پر عوام کی اکثریت پشیمانی کا اظہار کر رہی تھی کہ ایک مسلمہ مسئلہ کو نہ صرف متنازع بنا دیا گیا ہے ، بلکہ کتاب چھپوا کر اس کو عوامی موضوعِ سخن بھی بنا دیا گیا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں علماء ربانیین سے رجوع کیا گیا۔ اپنے طور پر سوالات کے کافی وافی جوابات سے ذہنوں کو مطمئن کیا گیا۔ لیکن عوامی سطح پر جس طرح اس مسئلے کو اٹھایا گیا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مستقل طور پر ایسی تصنیف ہو جس سے عوام وخواص مستفید ہوں۔ لہذا یہ سوچ کر بعض احباب نے استاذ العلماء نابغہء روزگار حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی مدظلہ العالی کی خدمت میں اس مسئلے کے حل کی درخواست کی تو آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تمام اشکالات کے نہ صرف شافی جوابات اور حل تحریر فرمائے ، بلکہ مسلک حقہ اہل سنت کی اس انداز سے وضاحت فرما دی، کہ تمام عقلی، منطقی اشکالات یکسر اٹھ جاتے ہیں ۔

اعتذار :- علمی ابحاث ہونے کی وجہ سے بہت سارے ایسے مقامات بھی ہیں جو یقیناً عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہیں، لیکن عقلی مغالطوں اور اشکالات کا جواب صرف اسی انداز سے ممکن تھا۔ اور قبلہ استاذی المکرّم نے بھی صرف علمی بحث کے طور پر ہی جواب تحریر فرمایا ہے۔

ان تحقیقات انیقہ کو صرف اس جذبے سے طبع کرایا جارہا ہے تاکہ جمہور اہل سنت کے محبتوں اور آداب واحترام پر مبنی عقائد کو غلط ثابت کرنا از خود غلط ثابت ہو۔ اور عوام و خواص کے ذہنوں سے خلش دور ہو سکے۔ اس لئے نہیں طبع کرایا جارہا کہ یہ ایک مستقل مسئلہ بن جائے۔

اس سلسلے میں "محققین" اور ریسرچ سے وابستہ اربابِ علم ودانش سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تحقیق کا دائرہ وسیع فرمائیں لیکن اس کا دھارا ضروریاتِ دین کی طرف کرلیں۔ نہ کہ ایسے مسلمہ مسائل میں الجھ
کر عوام وخواص کے ذہنوں میں بھی الجھن کا باعث بنیں۔

اس رسالے کو صرف اس جذبہ کے تحت شائع کیا جارہا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے اصاغر واکابر کا جو مذہب ہے اس کا احیاء ہو۔ اس کے طبع کرانے کا مقصد قطعاً یہ نہیں کہ یہ سلسلہ ٔ تکرار آگے بڑھے۔ بلکہ اسلاف کرام کے مذہب مہذب پر وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ ہے۔

"اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه"
آمین بجاہ سید المرسلین

خوشہ چین علماء اہل سنت
طلباء درجہ سابعہ
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی
13 - 10 - 1998

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"عقیدہء اہلسنّت"

(الف)

اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا جسم انور و اطہر ایسا پاکیزہ و مطہر اور نورانی فرما دیا تھا کہ جب آپ ﷺ چاند، سورج چراغ وغیرہ کی روشنی میں تشریف فرما ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم پاک کا کوئی تاریک سایہ نہ پڑتا تھا۔

(ب)

دیگر بے شمار مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی ہم "جزم و یقین" کے مرتبہ میں شمار نہیں کرتے، بلکہ صرف فضیلت کے مرتبہ میں مانتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی "خوش عقیدہ طالب حق" صرف دلیل نہ ملنے یا دلیل کے عدم فہم کی وجہ سے اس مسئلہ کو تسلیم نہ کرے تو ہم اسے بد مذہب اور اس کے حق میں برا بھلا کہنے کو اچھا نہیں سمجھتے، بشرطیکہ اس کا یہ انکار رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے بغض و کینہ اور آپکی تنقیص شان کی وجہ سے نہ ہو۔

(ج)

خوش عقیدگی اور بغض و عداوت میں امتیاز یوں ہوگا کہ جس نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی توہین نہ کی ہو اور نہ کبھی توہین کرنے والے کو جان بوجھ کر اچھا مانا۔ اور نہ ہی اس کے قول و فعل سے اس کی بد عقیدگی ثابت ہو۔ تو ایسے شخص کے متعلق

یہ سمجھا جائے گا کہ

"یہ نیک عقیدہ ہے۔ اس کا انکار صرف اس وجہ سے ہے

کہ اس مسئلہ کی دلیل اس کی سمجھ میں نہیں آئی"

اور جنہوں نے ذات اقدس ﷺ کی گستاخیاں کیں یا گستاخوں کی گستاخی جاننے کے باوجود انہیں اچھا جانا اور اپنا پیشوا مانا ' ایسے لوگ اس مسئلہ یا کسی فضیلت و منقبت کا انکار کریں گے تو ان کی گستاخی اور گستاخ نوازی اس امر کی واضح دلیل ہوگی کہ ان کا یہ انکار بغض رسول اور تنقیص شان رسالت ﷺ کی وجہ سے ہے۔

خلاصۂ کلام

پہلے انکار کی تو کوئی خاص اہمیت نہیں ' تاہم دوسرا یقیناً ایسا خوفناک ہے کہ جس کے تصور سے ہی مومن کا دل لرز اٹھتا ہے۔

اصل و ماخذ مذہب مہذب "اہلسنّت"

رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے نور حقیقی حسی عینی ہونے اور سایہ نہ ہونے کی اصل دلیل ہمارے نزدیک وہ آیات قرآنیہ ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے۔

نیز وہ احادیث مبارکہ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی کامل نورانیت ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ امت مسلمہ کے جلیل القدر علماء محدثین و فقہاء کرام کے ارشادات بھی ہمارے مسلک کے مئوید ہیں۔

آیات قرآنیہ

پہلے ہم وہ آیات قرآنیہ ذکر کرتے ہیں جن سے حضور ﷺ کی حسی حقیقی عینی اور جسمانی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔

(1) **" قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین "**

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن

علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(2) **" یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیرا وداعیا الیٰ اللہ باذنہ وسراجا منیرا "**

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا

اس آیہ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو " منیر " فرمایا گیا اور منیر وہ ہے کہ خود ظاہر اور دوسری چیز کو بھی ظاہر کردے اور یہی نور ہے لہٰذا اس آیت مبارکہ سے آپ کا نور ہونا ثابت ہوا۔

(3) **" مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری "**

اللہ کے نور (یعنی محمد ﷺ) کی مثال ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا چمکتا ہوا ایک تارا ہے۔

(4) **" یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون "**

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (نبی ﷺ) کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور

کو پورا فرمانے والا ہے

(5) " یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم و یابی اللہ الا ان یتم نورہ "

کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے

(6) " والنجم اذا ھوی "

اس چمکتے ہوئے تارے " محمد " کی قسم جب یہ معراج سے اترے

(7) " وما ادراک ما الطارق النجم الثاقب "

اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ خوب چمکتا ہوا تارا۔

خلاصہ ء مفہوم

مرقومہ بالا آیات قرآنیہ میں حضور پر نور سید یوم النشور ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے ' تو جب رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا ثابت ہوگیا ' تو جسم منور و اطہر کا بے سایہ ہونا بھی ثابت ہو گیا ' کیونکہ " سایہ نہ ہونا لوازم نور سے ہے " اور قاعدہ ہے

" اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ "

لہذا نورانیت محمدیہ ﷺ بھی اپنے لوازم کے ساتھ ثابت ہوئی اور نورانیت کا لازم سایہ نہ ہونا ہے ۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا آپ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی بین دلیل ہے

برھان شکلِ اول کی صورت میں یوں مرتب ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نور ہیں ، ہر نور کا سایہ نہیں

حد اوسط ساقط ہونے پر نتیجہ آیگا

رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں

" صغری " کا ثبوت مذکورہ بالا آیات سے ہو چکا ہے اور کبری بدیہی ہے۔ للذا نتیجہ لازما" درست ہے۔

" قیاس استثنائی اتصالی " کی صورت میں دلیل یوں قائم ہوگی۔

مقدم۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے جسد انور کا سایہ ہو

تالی۔ تو آیات قرآنیہ کا خلاف لازم آیگا۔

لیکن آیات قرآنیہ کا خلاف باطل۔

تو رسول اللہ ﷺ کے جسد انور کا سایہ بھی باطل۔

جب جسم انور کے لئے عدم سایہ کا ثبوت ہوا تو وجود سایہ محال ہوگا۔ کیونکہ " عدم وجود سایہ اور " وجود سایہ " آپس میں " **نقیضیں** " ہیں اور قانون ہے۔ کہ جب ایک نقیض کا ثبوت ہو تو دوسری کا انتفاء لازم ہو جاتا ہے۔ ورنہ **اجتماع نقیضین** لازم آیگا۔ جو کہ محال ہے

تو مذکورہ بالا آیات سے جسم انور کا بے سایہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا

فللّٰہ الحمد

احادیث مبارکہ

اب وہ احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں جن سے حضور پر نور ﷺ کی حسی عینی اور جسمانی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔

(1) " قال ابو هريرة رضی اللہ عنہ اذا ضحک ﷺ يتلاء لاء في الجدر رواه البزار والبيهقى اى يضئى فى الجدر بضم الجيم والدال جمع جدار و هو الحائط اى يشرق نوره عليها اشراقا كاشراق الشمس عليها"

(المواہب اللدنیہ، جلد اول)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب ہنستے تھے تو آپ کا نور دیواروں پر چمکتا تھا۔ اس حدیث کو امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا۔ جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

(2) " قالت حليمة رضی اللہ عنہا ماكنا نحتاج الى السراج من يوم اخذناه لان نور وجهه كان انور من السراج فاذا احتجنا الى السراج فى مكان جئنا به فتنورت الامكنته ببركته ﷺ "

(تفسیر مظہری سورہ ء نور)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں چراغ کی حاجت نہ رہی

جس دن سے ہم رسول اللہ ﷺ کو لائے ۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ ٔ انور کا نور چراغ سے بہت زیادہ تھا۔ جب ہمیں کسی مکان میں چراغ کی ضرورت پڑتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کو وہاں لاتے تو آپ کی برکت سے وہ مکان روشن ہو جاتے ۔

(3) " عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت کنت احیط فی السحر فسقطت منی الابرة فطلبتھا فلم اقدر علیھا فدخل رسول اللہ ﷺ فتبینت الابرة بشعاع نور وجھہ ﷺ

(الخصائص الکبریٰ جلد اول)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روائت ہے کہ بوقت سحر میں کپڑا سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی (چراغ گل ہونے کی وجہ سے اندھیرا تھا) تلاش کے باوجود نہ ملی ۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرہ ٔ انور کے نور سے سوئی ظاہر ہو گئی ۔

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

(4) " عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ قال لما سلمت علی رسول اللہ ﷺ وھو یبرق من السرور کان رسول اللہ ﷺ اذا سر استنار وجھہ کانہ قطعة من القمر "

(بخاری شریف جلد اول)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کیا تو چہرہ ٔ انور فرحت و سرور سے چمک رہا تھا ۔ اور حضور ﷺ جب

خوش ہوتے تھے تو چہرہ ء انور ایسا چمکنے لگتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

(5) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی والدہ ء ماجدہ) فرماتی ہیں

" رائیت نورا ساطعا من راسه قد بلغ السماء "

(مطالع المسرات)

میں نے آپ کے سر مبارک سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

(6) مطالع المسرات میں علامہ ابن سبیع رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

" كان النبى ﷺ يضئى البيت المظلم من نوره "

نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے نور مبارک سے تاریک گھر روشن ہوجاتا تھا۔

(7) " نور يعلوه " (شمائل ترمذی)

حضور ﷺ کی بینی مبارک کا نور بینی مبارک پر یا آپ کی ذات پاک کا نور ذات مقدسہ پر غالب رہتا تھا

(8) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں

" لو رائيته لقلت الشمس طالعة "

اگر تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کہتا۔ آفتاب طلوع کر رہا ہے

خصائص کبری، جلد اول

(9) سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

" كان الشمس تجرى فى وجهه "

گویا سورج رسول اللہ ﷺ کے چہرہ میں رواں تھا۔ (شفاء شریف)

(10) حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے

" قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی عن اول شئی خلقہ اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ (الحدیث)

(زرقانی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ! مجھے بتا دیجئے ۔ کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز پیدا فرمائی ۔ فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(11) " عن جابر بن سمرة قال رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلة اضحیان و علیہ حلة حمراء فجعلت انظر الیہ و الی القمر فھو عندی احسن من القمر .

(شمائل ترمذی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر سرخ رنگ کا (دھاری دار) حلہ تھا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھتا اور چاند پر بھی نظر کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے ۔

(12) " عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رئی کان النور یخرج من بین ثنایاہ "

(شمائل ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دانتوں کے درمیان کی جھریوں سے نور کی مانند کوئی چیز نکلتی دیکھی جاتی تھی۔

(13) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ایک خواب بیان کیا

کہ زمزم سے ایک نور اٹھا جو آسمان تک پھیل گیا جس سے کعبہ اور تمام زمین مکہ مکرمہ روشن ہو گئے وہ نور طیبہ تک پہنچ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" انا واللہ ذلک النور " اللہ کی قسم وہ نور میں ہی ہوں

(مدارج النبوت جلد دوم بحوالہ ابن عساکر و دار قطنی

(14) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری عمر کتنے سال ہے ؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے سوا مجھے معلوم نہیں کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد طلوع ہوا کرتا تھا۔ اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتا دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" یاجبرئیل وعزۃ ربی جل جلالہ انا ذلک الکوکب "

اے جبرئیل مجھے اپنے رب جل جلالہ کی عزت کی قسم ! وہ ستارہ (نو... میں ہوں۔

(روح البیـ...

(15) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

" انا من نور اللہ والمؤمنون من نوری "

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے۔

(مدارج النبوت جلد دوم)

(16) **عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال سالت خالی ھند بن ابی ھالۃ ربیب النبی ﷺ وکان و صافا عن حلیۃ النبی ﷺ وانا اشتھی ان یصف لی منھا اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ ﷺ فخما مفخما یتلالؤ وجھہ تلالؤ القمر لیلۃ البدر**

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں (رسول اللہ ﷺ کے ربیب) ہند بن ابی ہالہ سے جو رسول اللہ ﷺ کا بہترین حلیہ بیان فرماتے تھے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ میرا دل چاہتا تھا۔ کہ وہ حلیہ مقدسہ سے کچھ بیان کریں اور میں اس سے پوری طرح متعارف ہو جاؤں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عظیم اور معظم تھے۔ آپ کا چہرہ انور ایسا چمکتا اور روشنی دیتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔

(شمائل ترمذی)

(17) **" عن ابی اسحق قال سال رجل البراء بن عازب کان وجہ رسول اللہ ﷺ مثل السیف قال لا بل مثل القمر "**

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ انہوں نے فرمایا نہیں

بلکہ چاند کی مانند تھا۔ (بخاری جلد اول ٦ ـ ٥ شمائل ترمذی)

(18) " عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ دخل علیها مسرورا تبرق اساریر وجهه" (بخاری جلد اول)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے وہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ خوش اور مسرور ہو کر میرے پاس تشریف لائے۔ دراں حالیکہ حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کے خطوط چمک رہے تھے۔

(19) مطالع المسرات میں علامہ ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے

" كان النبى ﷺ يضئى البيت المظلم من نوره"

تاریک گھر رسول اللہ کے نور سے روشن ہو جاتا تھا۔

(20) حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جب ایک قصیدہ پیش کیا جس کا ایک شعر یہ ہے

ان الرسول لنور يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول

تو رسول اللہ ﷺ نے مسرور ہو کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اپنی بردہ مبارکہ عطاء فرما دی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وہ بردہ شریفہ ایک ہزار درھم کے عوض خریدنا چاہی تو کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی عطا فرمودہ بردہ مبارکہ کا ایثار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم کے عوض حضرت کعب کے ورثہ سے خرید لی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

(21) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے

اور وہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔

(انسان العیون جلد اول)

(22) " عن عثمان بن ابی العاص قال حدثتنی امی انها شهدت ولادة آمنة رسول الله ﷺ ليلة ولدته قالت فما من شئی انظر اليه فی البيت الا نور وانی لانظر الی النجوم تدنو حتی انی لاقول ليقعن علی فلما وضعت خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتی جعلت لا اری الا نورا "

(الخصائص الکبری بحوالہ بیہقی، ابو نعیم، طبرانی و ابن عساکر)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میری والدہ نے یہ حدیث سنائی ۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی رات میں حضرت آمنہ کی خدمت میں حاضر تھی ۔ گھر میں جس چیز کو میں دیکھتی تو مجھے نور دکھلائی دیتا اور میں دیکھتی کہ ستارے قریب آرہے تھے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پر گر پڑیں گے ۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک نور نکلا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ اور مجھے نور کے سوا اور کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا۔

(23) " عن النبی ﷺ قال رات امی حين وضعتنی سطع منها نور اضائت له قصور بصریٰ "

(خصائص کبری جلد اول)

نبی کریم ﷺ سے روائت ہے کہ آپ نے فرمایا میری ولادت کے وقت میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور بلند ہوا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

(24) " عن ابن القبطية فی مولد رسول الله ﷺ قال قالت امه رائيت كان شهابا خرج منی اضائت له الارض "

(خصائص کبری جلد اول بحوالہ ابونعیم)

ابن القبطیہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے متعلق روائت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ مادر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ولادت شریفہ کے وقت میں نے دیکھا گویا مجھ سے چمکتا ہوا ستارہ پیدا ہوا۔ جس سے ساری زمین روشن ہو گئی۔

(25) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ الشفاء رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا

" فاضاء لی مابین المشرق والمغرب حتی نظرت الی بعض قصور الروم "

پھر میرے لئے مشرق و مغرب روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محلات دیکھ لئے (الخصائص الکبری بحوالہ ابونعیم)

خلاصۂ مرام

حقیقت یہ ہے کہ ایسی چمکتی ہوئی روشن حدیثوں کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا انسان جس کے دل میں نور ایمان کی ادنیٰ سی جھلک بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جسمانیت مقدسہ کے لئے نور حسی حقیقی کا انکار نہیں کرسکتا۔ اور اس نورانیت کا " مقتضی " سایہ نہ ہونا ہے۔ کیونکہ نور حسی حقیقی جسمانی " ملزوم " ہے اور سایہ کا نہ ہونا " لازم " ہے۔ اور وجود ملزوم مستلزم ہے وجود لازم کو

دلیل یوں مرتب ہوگی

مقدم۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ ہو

تالی۔ تو احادیث کا خلاف لازم آئیگا

لیکن احادیث کا خلاف باطل۔ تو رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ ہونا بھی باطل۔ اور عدم سایہ ثابت

ورنہ ! ارتفاع **نقیضین** لازم آئیگا جو کہ باطل ہے

علماء و اسلاف کے ارشادات

(1) سیرت حلبیہ میں ہے

" **انه ﷺ اذا مشی فی الشمس او فی القمر لا یکون له ظل لانه کان نورا** "

(سیرت حلبیہ جلد دوم)

بے شک جب رسول اللہ ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نور تھے۔

(2) تفسیر عزیزی میں ہے۔ "سایہ ایشاں بر زمین نیفتاد"
یعنی رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا

(تفسیر عزیزی پ ۳۰)

(3) شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
"عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد" (مدارج النبوت جلد دوم)

یعنی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی برات کے متعلق بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناپاک زمین پر واقع ہو جائے۔ جب اللہ تعالی نے آپ کے سایہ کی اس قدر حفاظت فرمائی ہے تو آپ کے حرم محترم کو ناشائستگی میں کیوں کر ملوث ہونے دے گا ؟

یہی شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔
"ونبود مر آنحضرت ﷺ را سایہ' نہ در آفتاب نہ در قمر' رواہ الحکیم الترمذی عن زکوان فی نوادر الاصول "عجب است ازیں بزرگاں" کہ ذکر نہ کردند چراغ راو نور یکے از اسمائے آنحضرت است ﷺ و نور را سایہ نمی باشد"

(مدارج النبوت جلد اول)

اور رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں تھا اور نہ چاند کی روشنی میں اس کو حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ذکوان سے روائت کیا ہے۔ اور ان بزرگوں سے تعجب ہے (کہ اس مقام پر) انہوں نے چراغ کا ذکر نہیں کیا اور نور

آنحضرت ﷺ کے اسمائے مبارکہ سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا

(4) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

" ومما یؤید انه ﷺ کان نورا انه کان اذا مشی فی الشمس لایظهر له ظل لانه لایظهر الا للکثیف وهو ﷺ قد خلعه اللّٰه تعالی من سائر الکثافات الجسمانیات وصیره نورا صرفا لا یظهر له ظل اصلا "

(افضل القریٰ)

اور جو چیز اس بات کی تائید کرتی ہے۔ کہ حضور ﷺ نور تھے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ کیوں کہ سایہ صرف جسم کثیف کا ظاہر ہوتا ہے۔ اور جب کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو تمام جسمانی کثافتوں سے پاک کر کے ایسا نور محض بنایا تھا جس کا سایہ اصلا ظاہر نہ ہوتا تھا

(5) مجمع بحار الانوار میں ہے

" قیل من خصائصه ﷺ انه اذا مشی فی الارض فی الشمس والقمر لایظهر له ظل " (مجمع بحار الانوار جلد سوم)

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے ہے کہ جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔

(6) علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

" لم یکن له ﷺ ظل فی شمس ولا فی قمر "

رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(7) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"او را ﷺ سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر از وے ﷺ در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد؟"

(مکتوبات شریف جلد سوم)

حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر چیز کا سایہ خود اس چیز سے لطیف ہوتا ہے چوں کہ عالم میں آپ سے زیادہ کوئی چیز لطیف نہیں تو رسول اللہ ﷺ کا سایہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد اسی مکتوب کے آخر میں ارقام فرماتے ہیں

"ممکن چہ بود کہ ظل واجب باشد۔ واجب را تعالیٰ چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید مثل است ومنبئی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل ہرگاہ محمد رسول اللہ ﷺ از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد

(مکتوبات شریف جلد سوم)

کیسے ممکن ہے کہ واجب کا سایہ ہو۔ واجب تعالیٰ کے لئے تو سایہ کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے سایہ تولید مثل کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدم لطافت اصل کا مظہر ہے۔ جب کمال لطافت کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا تو خدائے محمد ﷺ کا سایہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

(8) تفسیر مدارک میں ہے

"وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یقع انسان

قدمه علی ذلک الظل" (تفسیر مدارک جلد سوم ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب بیروت)

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ گرنے دیا تاکہ اس پر کوئی شخص اپنا پاؤں نہ رکھ دے۔

(9) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"وما ذکر انہ لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا"

(شفا قاضی عیاض ج ۱ ص ۳۰۶)

اور وہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم انور کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہیں تھا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نور تھے۔

(10) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ولم یکن لہ ﷺ ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا"

(زرقانی جلد چہارم)

(11) علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں

"فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر" (کتاب الوفاء جلد دوم ص ۴۰۷)

(12) حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ اور محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روائت فرماتے ہیں۔

"لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل و لم یقم مع شمس قط الا غلب ضوئہ ضوء الشمس ولم یقم مع السراج قط الا غلب ضوئہ علی ضوء السراج"

رسول اللہ ﷺ کیلئے سایہ نہ تھااور آپ سورج کے سامنے نہ کھڑے ہوتے تھے مگر یہ کہ آپ کانور سورج کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ قیام فرماتے آپ چراغ کی روشنی میں مگر آپ کانور اسکی روشنی پر غالب آجاتا۔

(الوفاء جلد دوم)

(14) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"قال ابن سبع من خصائصہ ﷺ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل"

(خصائص کبری جلد اول)

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے کہاکہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص مبارکہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ تو جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔

(15) حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"چون فناش از فقر پیرایہ شود۔ او محمد وار بے سایہ شود"

(مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۔)

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں ارقام فرمایا ہے

"در مصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور ﷺ است کہ سرور را سایہ نمی افتاد"

(شرح۔ بحر العلوم)

دوسرے مصرع میں سرور عالم ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ پڑتا تھا

(16) "المفردات" میں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"وروی ان النبی ﷺ کان اذا مشی لم یکن لہ ظل"

یعنی مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

(مفردات امام راغب اصفہانی)

(17) محمد بن یوسف الشامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطاء علیہ کافر فیکون مذلۃ لہ"

یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔ (سبیل الھدی والرشاد (سیرت شامی)

(18) علامہ الشیخ حسین بن محمد الدیار بکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر"

(تاریخ الخمیس جلد اول)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نہ دھوپ اور چاندنی میں نظر آتا

(19) مفتی عنائت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ (تواریخ حبیب الہ)

(20) دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں

"جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی"

(نشر الطیب)

مولوی اشرف علی صاحب کی یہ عبارت رسول اللہ ﷺ کے لئے حسی حقیقی نورانیت کی مثبت ہے۔ اور نورانیت حسیہ حقیقیہ کے لوازم سے ہے "سایہ کا نہ ہونا" تو

نورانیت حسیہ حقیقیہ کے ثبوت سے عدم سایہ کا ثبوت ہوا۔

اسی طرح اور بہت سے علماء کرام کے کلام میں رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تصریحات موجود ہیں

اجماع امت

مذکورہ بالا ائمہ دین نے جب رسول اللہ ﷺ کے جسم انور سے سایہ کی نفی فرمادی تو اس کے بعد تمام علماء امت کا سکوت اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ مسلک حق ہے۔ اور جسم انور و اطہر کے سایہ نہ ہونے پر تمام ائمہ دین کا "اجماع سکوتی" ہے۔ ورنہ ایک غلط عقیدہ کے سامنے آجانے کے بعد علماء حق کے لئے سکوت جائز نہیں ہو سکتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا منکر قرآن و حدیث اور اجماع کا منکر ہونے کی وجہ سے تمہارے نزدیک خارج از اسلام ہونا چاہئے ! تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری پیش کردہ نصوص چونکہ دوسرے معنی کی بھی محتمل ہیں اس لئے ان کا یہ حکم قطعی نہیں۔ یوں ہی "اجماع سکوتی" بھی حکم قطعی کا مفید نہیں۔ لہٰذا منکر کو ہم خارج از اسلام نہیں کہہ سکتے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے جب آیات و احادیث دوسرے معنی کی بھی محتمل ہیں تو ان سے رسول اللہ ﷺ کے نفی سایہ پر استدلال درست نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا احتمال

چونکہ ضعیف ہے اس لئے ہمارے استدلال سے مانع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا باب مناقب میں ان سے ہمارا دعوی بھی ثابت ہو جائیگا اور قطعی نہ ہونے کی وجہ سے اس کا منکر کافر بھی نہیں ہو گا۔

مغالطہ

بعض ناواقف یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہیں تھا تو صحابہ کرام واہل بیت عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس مسئلہ کے بیان سے ساکت (خاموش) کیوں رہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی دلیل قرآن مجید کی وہ آیات اور احادیث ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی کمال نورانیت کا ذکر ہے۔ تو جب ان آیات کی صحابہ کرام واہل بیت عظام شب و روز تلاوت کرتے اور احادیث کے راوی بھی وہی تو صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کے قائل ہوئے۔ اور حسی حقیقی نورانیت کے لئے سایہ نہ ہونا لازم۔ تو جب صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کو نور حسی حقیقی کہا تو آپ کے جسم انور کے سایہ کی نفی بھی کی۔ اس لئے کہ لوازم بینہ محتاج بیان نہیں ہوا کرتے۔ ملزوم کا قول وبیان ہی لازم کا قول و بیان ہو تا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ "سورج نکل آیا" تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے وجود نہار سے سکوت اختیار کیا ہے

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے نور حسی حقیقی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ ہونا لازم ہے۔ اور ملزوم کا قول و اقرار لازم کا قول و اقرار ہو تا ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اس مسئلہ میں ساکت کہنا درست نہ ہوا۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو بے سایہ دیکھ کر کافر ایمان کیوں نہ لائے ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ ازلی شقی ہونے کی وجہ سے ایمان نہ لانے والے تھے، وہ اس سے بھی بڑے عظیم و جلیل معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ کسی کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے کمال اور معجزہ کی نفی نہیں ہوتی۔

قائلین نفی سایہ

درج ذیل میں ان چند مشاہیر کے اسمائے گرامی ذکر کئے جاتے ہیں، جنہوں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سایہ نہ ہونے کا قول کیا ہے۔

(1) علامہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (2) حافظ رزین رحمۃ اللہ علیہ
(3) حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (4) علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
(5) محدث ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ (6) امام المحدثین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
(7) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (8) علامہ حسین بن محمد دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ
(9) علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ (10) علامہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ
(11) شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (12) امام المحدث قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ
(13) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (14) امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
(15) حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ (16) مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
(17) علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ (18) علامہ بحر العلوم عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ
(19) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (20) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(21) امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ اعلام امت ان اکابر ائمہ دین واساطین شرع متین سے ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مان کر جسم انور سے سایہ کی نفی کی۔ ہمیں انکی اتباع لازم' اور انکار ممنوع۔ کیونکہ آج کے سینکڑوں علماء کا علم ان میں سے ایک کے علم کا عشر عشیر بھی نہیں۔

قطب ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی امر کی تاکید فرمائی۔ کہ قیامت تک بعد میں آنے والے علماء کے لئے ضروری ہے کہ اکابر سلف وائمہ دین کی اتباع کریں۔ چنانچہ آپ کتاب المیزان میں فرماتے ہیں۔

" فکما ان الشارع بین لنا بالسنة ما اجمل فی القرآن فکذلک الائمة المجتهدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریفه ولو لا بیانهم لنا ذلک بقیت الشریعة علی اجمالها و هکذا القول فی اهل کل دور بالنسبة للدور الذی قبلهم الی یوم القیمة فإن الاجمال لم یزل ساریا فی کلام علماء الائمة الی یوم القیمة ولولا ذلک ما شرحت الکتب ولا عمل الشروح وحواش"

اگر بفرض محال جو احادیث اس باب میں وارد ہوئیں غیر معتبر ہوں اور جن اکابر علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابل اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاہرہ اس پر قائم کیں وہ قابل التفات نہ کہی جائیں۔ تو وجود سایہ کا کیا ثبوت ؟ اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو یا محققین اعلام امت کے تصریح اور واضح اقوال آپ کے پاس ہوں تو دکھائیے ! مجرد "من وما" پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"لست مثلکم (رواہ الشیخان)" میں تم جیسا نہیں

"ویروی لست کھیئتکم" میں تمہاری ہیئت پر نہیں

"ویروی ایکم مثلی" تم میں سے کون مجھ جیسا ہے

لہٰذا یہ خیال فاسد کہ

"ہم سب کا سایہ ہے تو رسول اللہ ﷺ کا سایہ بھی ہوگا"

عقل اور ایمان سے بعید ہے

حدیث ذکوان

اس میں شک نہیں کہ حدیث ذکوان میں ضعف ہے لیکن یہ ایسی نہیں کہ ساقط الاعتبار ہو کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعاف کا معتبر ہونا ایک حقیقت ثابتہ و معلومہ ہے۔ جس کا انکار محض تعصب ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی اصل دلیل ہمارے نزدیک وہ آیات قرآنیہ ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کو نور فرمادیا گیا۔ نیز وہ احادیث مرقومہ الصدر ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی کامل نورانیت ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ اور حدیث ذکوان ان احادیث و آیات کے مضمون کی مئوید ہے۔ ایسی صورت میں اس کا ضعف ہمارے لئے مضر نہیں۔

علاوہ ازیں یہ حدیث صرف ذکوان سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے جیسا کہ زرقانی علی المواہب میں ہے

"روی ابن مبارک و ابن جوزی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لم یکن للنبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل" (زرقانی جلد رابع ص ۲۲۰ مطبوعہ مصر)

اور حدیث ضعیف جب متعدد طرق سے مروی ہو تو اس میں قوت آجاتی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

"الحدیث الضعیف یتقوی بکثرۃ طرقھا" (الحاوی للفتاوی، جلد دوم)

قائلین سایہ کا ائمہ دین پر اتہام !

قائلین سایہ اس امر پر شدت سے مصر ہیں کہ حدیث ذکوان "موضوع و من گھڑت" اور جھوٹی روائت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث ذکوان کے موضوع و من گھڑت اور جھوٹی روائت ہونے کا قول خود موضوع و من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث ائمہ دین کی ایک جماعت مثل علامہ جلال الدین سیوطی و علامہ زرقانی مولانا علی قاری، شیخ عبدالحق دہلوی رحمھم اللہ تعالی و غیرہم نے اپنی کتب معتبرہ میں ذکر فرمائی ہے۔ اور ان محدثین و ائمہ دین میں سے کسی نے بھی اسے ذکر کرنے کے بعد اس کے "موضوع" ہونے کا قول نہیں کیا اور "موضوع حدیث" کو اس کی موضوعیت بیان کئے بغیر ذکر کرنا حرام ہے۔ تو اس حدیث ذکوان کو موضوع و من گھڑت کہنے پر لازم آئے گا۔ کہ مرقومہ الصدر ائمہ دین "مرتکب حرام" ہوں۔ لازم باطل تو ملزوم بھی باطل و مردود ہوا۔

نخبۃ الفکر میں ہے

"واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع الامقرونا ببیانہ"

علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث موضوع کو اس کی موضوعیت بیان کئے بغیر روائت کرنا

حرام ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں

"وتحرم روایته مع العلم فی ای معنی کان الا مبینا" (تقریب الراوی جلد اول)

امام جلال الملت والدین علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تدریب الراوی" میں ارقام فرماتے ہیں۔

"وتحرم روایته مع العلم به" ای بوضعه "فی ای معنی کان" سواء الاحکام والقصص والترغیب وغیرها "الا مبینا" ای مقرونا ببیان وضعه"

الامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث ذکوان کو امام اجل عارف باللہ حکیم محمد ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب "نوادر الاصول" میں ذکر فرمایا ہے۔ قائلین سایہ نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور نوادر الاصول اور آپ کی دیگر کتب مبارکہ پر وہ طعن و تشنیع کی، جسے پڑھ کر بے ساختہ زبان پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" جاری ہو جاتا ہے

طعن و تشنیع آپ کی اس کلام کی بنا پر کی گئی

"روی انه قال ما صنفت حرفا عن تدبر ولا ینسب الی شئی منه ولکن کان اذا اشتد علی وقتی اتسلی به"

(کشف الظنون جلد چہارم)

یعنی میں نے کبھی تصنیف سے قبل تدبر نہیں کیا۔ اور نہ میری یہ غرض تھی کہ اس تصنیف کی میری طرف نسبت ہو

بلکہ جب کبھی طبیعت میں کبیدگی آتی تو تصنیف سے تسکین حاصل کرلیتا۔

آپکی مذکورہ کلام کا ترجمہ بستان المحدثین مترجم سے نقل کرنے کے بعد کہا گیا

"آپ خود ہی سوچئے کہ جو شخص تصنیف سے پہلے غور و فکر کی زحمت گوارا نہ کرے اور جو کچھ دل میں آئے محض کبیدگی دور کرنے کے لئے لکھتا چلا جائے خواہ وہ غیر معتبر، من گھڑت اور واہیات روایات ہی کیوں نہ ہوں اس کی کتابوں پر اور کتابوں میں مندرج روایتوں پر کہاں تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ جام عرفان فروری 1996ء

حقیقت یہ ہے کہ قائلین سایہ حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقومہ کلام کو سمجھ نہیں پائے۔ اس لئے کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کلام میں اللہ تعالی نے جو آپ کو وہبی ولدنی علوم عطا فرمائے ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے میرے لئے تمام مسائل بدیہی فرمادیئے ہیں اور کوئی مسئلہ میرے لئے نظری نہیں تاکہ تحریر سے قبل مجھے نظر و فکر کی حاجت ہو۔

آپکی کلام "اذا اشتد علی وقتی اتسلی به" کہ جب میری طبیعت میں کبیدگی آتی ہے تو تصنیف سے سکون حاصل کرلیتا ہوں اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آپ کے علوم لدنی ہیں۔ اور آپکو مسائل کی تحقیق میں نظر و فکر کی ضرورت نہیں۔ بغیر نظر و فکر اور تدبر آپ انتہائی محقق و مبرہن کلام تحریر میں لاتے ہیں۔ جو کہ مومن کے لئے باعث تسکین ہے۔ کیونکہ اگر آپ کے علوم کسبی ہوں اور آپ بلا نظر و فکر و تحقیق تصنیف فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق امور کی نسبت کریں اور مسائل شرعیہ بلا

تحقیق تحریر میں لائیں تو اس سے کبیدگی میں زیادتی ہوگی نہ کہ سکون حاصل ہو گا۔

علاوہ ازیں عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مرقومہ الصد
کلام آپ کے مناقب جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اگر حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم لدنی وہبی نہ
ہوں بلکہ نظری، کسبی ہوں جن میں نظر و فکر ضروری ہے۔ تو اب بلا تدبر تصنیف نقص
ہوگی نہ کہ کمال۔ اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے آپ کے کمالات کا حصہ بنانا درست نہ ہو گا۔
کلام حصہ کمال تب ہی ہو سکتی ہے کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وہبی و لدنی ہوں اور بلا نظر
فکر آپ نظر و فکر کرنے والے علماء سے اعلیٰ تصنیف وجود میں لائیں۔

نفحات الانس کی عبارت ملاحظہ ہو

"وی را تصانیف بسیار است و کرامات ظاہر اند میان ہر کتاب چوں ختم الولایہ و کتاب النہج و نوادر الاصول و جز ایں کتابہائی دیگر کردہ است۔ و در علوم ظاہر ہم وے را کتب است و تفسیری ابتداء کردہ بود و اما عمر وے با تمام آن وفا نکردہ۔ و وی صحبت دار خضر علیہ السلام۔ ابو بکر وراق کہ مرید وی بود روایت کند کہ ہر یکشنبہ خضر علیہ السلام بنزدیک وے آمدے و واقعہا ازیک دیگر پرسیدندی۔ صاحب کتاب کشف المحجوب گوید وی سخت معظم است بنزدیک من چنانچہ جمگی دلم شکار اوست و شیخ من گفتے کہ محمد بن علی در یتیم است کہ در عالم ہمتا ندارد و وی گفتہ است "ما صنفت حرفا من تدبر ولا ینسب الی بشئی منہ و لکن اذا شتد علی وقتی اتسلی بہ"

نفحات الانس من حضرات القدس

ترجمہ۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف بہت ہیں اور ہر کتاب سے کرامات ظاہر ہیں مثل ختم الولایہ، کتاب النہج اور نوادر الاصول۔ علوم ظاہری میں بھی آپکی کتابیں ہیں ایک تفسیر بھی شروع کی لیکن تکمیل کے لئے عمر نے وفا نہ کی آپکی مجلس حضرت خضر علیہ السلام سے ہوتی تھی آپ کے ایک مرید ابو بکر وراق روایت کرتے ہیں ہر اتوار کو حضرت خضر علیہ السلام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے، اور ایک دوسرے سے واقعات دریافت کرتے صاحب کشف المحجوب (داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی میرے نزدیک بہت عظمت والے ہیں اور میرا دل کامل طور ان پر فریفتہ ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا ہے کہ محمد بن علی در یتیم ہیں اور جہاں میں اپنی مثل نہیں رکھتے۔ اور انہوں نے فرمایا ہے کہ

ماصنفت حرفامن تدبر ولا ینسب الی شئی منه ولکن اذا اشتد علی وقتی اتسلی به۔

محدث ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء میں سیدی عارف باللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی تعریف و تحسین فرمائی اور ان کتب میں مندرج روایات کو مذکورہ کتاب کے کئی صفحات پر ذکر فرمایا۔

محدث ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا آپکی کتب کی تعریف و تحسین، ان میں مندرج روایات کا اپنی کتاب میں ذکر۔ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب مستند و معتبر اور ان میں مذکور روایات محقق و مبرہن و مقبول عند العلماء ہیں۔

نیز سیدی عارف باللہ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء کرام سے ہیں۔ اور اولیاء کرام مئوید بالقوہ القدسیہ ہونے کی وجہ سے تمام نظریات ان کے لئے بدیہی ہوتے ہیں انہیں کسبی نظری میں نظر و فکر و تدبر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ کوئی نظری ان کے لئے

نظری ہوتا ہی نہیں

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر تحریر مسائل سے قبل نظرو تدبر نہ کرنے کی وجہ سے جو طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ یہ **واجد قوۃ القدسیہ کو فاقد قوۃ قدسیہ** پر قیاس کی وجہ سے ہے۔ واجد قوہ قدسیہ کا فاقد قوہ قدسیہ پر قیاس، قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل۔ جب مبنی طعن و تشنیع باطل تو طعن و تشنیع بھی باطل ہوا۔

علاوہ ازیں عارف باللہ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا بلا نظرو فکر تصنیف فرمانا آپکی کرامت ہے اور کرامت سے نظرو تدبر کے بغیر تصنیف سے بھی عجیب تر امر اولیاء کرام سے معرض وجود میں آئے ہیں مثلاً " اعلیٰ تحقیق پر مشتمل کتاب کا فوراً خود بخود بلا تحریر معرض وجود میں آجانا عظیم و ضخیم کتب کا چند لمحات میں پڑھ کر سنا دینا۔

چنانچہ شیخ منصور بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے پاس چند ایسی کتابیں تھیں جن میں یونانی فلسفہ بھرا پڑا تھا۔ مجھے اہل مجلس سے ایک شخص نے کہا جب حضرت آپ کو کتابوں کے متعلق پوچھیں تو یہ کتابیں لے کر گھر آجانا جب مجھ سے پوچھا گیا تو میں اٹھا تاکہ گھر آجاؤں اور ان کتابوں کو گھر رکھ دوں تاکہ شیخ ناراض نہ ہوں کہ میں کیا پڑھتا رہتا ہوں۔ میرا دل چونکہ فلسفہ سے دل چسپی رکھتا تھا، اس لئے میں ان کتابوں کو ضائع کرنے کو تیار نہ تھا اور بہت سے مسائل تو مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ میں اپنے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ شیخ نے میری طرف دیکھا۔ میں نہ اٹھ سکا۔ میری حالت اس شخص کی سی تھی جسے قید کر لیا گیا ہو اور اس کے پاؤں باندھ دئے گئے ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اپنی کتاب مجھے دے دو۔

جب میں نے اس کتاب کو کھولا تو مجھے صرف سفید کاغذوں کا دفتر نظر آنے لگا۔ تمام حروف محو ہو چکے تھے۔ میں نے کتاب آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ آپ نے ایک ایک صفحہ دیکھا اور فرمایا! یہ تو قرآن کے فضائل ہیں جسے محمد بن ضریس نے لکھا ہے ۔ میں نے کتاب لی تو واقعی وہ کتاب فضائل قرآن پر تھی جو بڑے خوش خط انداز میں تحریر تھی۔ مجھے فلسفہ کی ساری چیزیں جو یاد تھیں بھول گئیں اور مسائل فلسفہ میرے سینے سے مٹ گئے

زبدۃ الاثار

جب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے فضائل قرآن پر فوراً" کتاب مکتوب ہو سکتی ہے۔ تو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بطورِ کرامت کسی وقت کچھ مسائل بغیر تدبر تحریر فرما دیں تو کیوں کر نہیں ہو سکتا؟ آپ سے بطور کرامت جو مسائل تحریر میں آئے انہیں "من گھڑت" کہنا انتہائی جرات اور سوء ادبی ہے

"مرقاۃ شریف" میں مولانا علی قاری رحمہ الباری نے ذکر فرمایا ہے

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ کہ ایک قدم رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید پڑھنا شروع فرماتے دوسرا قدم رکاب تک پہنچنے بھی نہ پاتا کہ پورا قرآن شریف ختم فرمالیتے۔ الفاظ اور معانی بھی سمجھ آتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ملتزم سے باب کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن مجید ختم فرمالیتے

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"و در روایتے از ملتزم کعبہ تا باب وے" (اشعۃ اللمعات جلد چہارم)

خیال رہے کہ ملتزم سے باب کعبہ تک کا فاصلہ اڑھائی قدم سے زائد نہیں۔ اور بعض مشائخ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دے کر قرآن مجید شروع فرمایا اور باب کعبہ تک پورا قرآن ختم فرمادیا۔

" وقد نقل مولانا نور الدین عبد الرحمن الجامی قدس اللہ سرہ السامی فی کتابہ نفحات الانس فی حضرات القدس عن بعض المشائخ انہ قراء القرآن من حین استلم الحجر الاسود والرکن الاسعد و قد سمعہ ابن الشیخ شہاب الدین السہروردی منہ کلمۃ کلمۃ و حرفا حرفا من اولہ الی اخرہ قدس الاسراھم و نفعنا ببرکۃ انوارھم " (مرقاۃ جلد یازدھم)

جب از روئے کرامت ملتزم سے باب کعبہ تک اڑھائی قدم کے فاصلہ پر چند لمحات میں قرآن جیسی عظیم کتاب ختم کی جاسکتی ہے۔ تو از روئے کرامت نظر و فکر کے بغیر تصنیف بھی ہو سکتی ہے

مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "کشف المحجوب" میں ارقام فرماتے ہیں۔

" طریقت کے اماموں میں ایک بزرگ شیخ باخطر فانی از صفات بشر حضرت ابو عبد اللہ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فنون علم کے کامل امام اور برگزیدہ شیخ المشائخ تھے آپ کی تصانیف بکثرت ہیں اور ہر کتاب سے آپ کی کرامتیں ظاہر ہیں آپکی تصانیف میں کتاب "ختم الولایت" "کتاب المنہج" اور "نوادر الاصول" زیادہ مشہور ہیں۔ میں آپکی ہر کتاب پر فریفتہ ہوں۔ میرے شیخ نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت محمد بن علی ترمذی ایسے در یتیم ہیں جسکی مثال سارے جہاں میں نہیں ہے علوم

ظاہری میں بھی آپ کی کتابیں ہیں اور احادیث میں آپ کی سند وقیع ہے ۔ آپ نے ایک تفسیر بھی شروع کی تھی مگر آپکی عمر نے وفا نہ کی جس قدر تحریر فرمائی ہے وہ تمام اہل علم میں مروج ہے شہر "ترمذ" میں آپ کو حکیم ترمذی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ۔ اس ولایت میں تمام دانشور صوفیاء آپ کی پیروی کرتے تھے ۔ آپ کے مناقب بہت ہیں ۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں بھی رہے آپ کے مرید ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہر اتوار کو حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے اور ایک دوسرے سے واقعات و حالات دریافت کرتے تھے ۔

(کشف المحجوب)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے

(1) حضرت حکیم ترمذی فنون علم کے کامل امام ہیں ۔

(2) آپ کی ہر کتاب سے کرامتیں ظاہر ہیں ۔

(3) "نوادر الاصول" علماء میں معروف و مشہور کتب میں سے ہے

(4) محمد بن علی (حکیم ترمذی) ایسے "دریتیم" ہیں جنکی مثال سارے جہاں میں نہیں ۔

(5) احادیث میں آپ کی سند بہت ہی رفیع ہے ۔

(6) ولایت ترمذ کے تمام علماء اور صوفیاء آپ کی پیروی کرتے تھے ۔

(7) سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ہر کتاب پر فریفتہ ہیں ۔

جو علوم و فنون کا امام عند العلماء ہو ۔ جس کی کتابوں سے کرامات ظاہر ہوں ۔ جو ایسا دریتیم ہو کہ سارے جہاں میں اس کی مثال نہ ہو ۔ حدیث میں جس کی سند

بہت ہی بلند و بالا ہو۔ علماء و صوفیاء جس کی پیروی کرتے ہوں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت جن کی ہر کتاب پر فریفتہ ہو۔ ایسی جامع الصفات ہستی کی کتابیں "من گھڑت" اور " واہیات روایات " پر مشتمل نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ واہیات کا قول خود واہیات سے ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی کتب سے کرامات کا ظہور مستلزم ہے ' من گھڑت و واہیات روایات کے عدم کو۔ من گھڑت و واہیات روایات کا عدم نقیض ہے ' من گھڑت و روایات واہیات کی۔ جب من گھڑت واہیات روایات کا عدم متحقق ' تو من گھڑت وواہیات روایات کا بطلان ضروری۔ ورنہ اجتماع نقیضین لازم آیگا۔جو کہ باطل ہے۔ تو قول نامقبول کہ

"حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب من گھڑت و واہیات روایات پر مشتمل ہیں" باطل ہوا

ابو بکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد!

ابو بکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اوراق مجھے دیئے تھے کہ میں انہیں دریا جیحون میں ڈال دوں۔ لیکن میرا دل انہیں دریا برد کرنے پر راضی نہ ہوا۔ میں نے اوراق کو اپنے گھر رکھ لیا اور حاضر ہو کر کہہ دیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا دیکھا؟ میں نے عرض کیا میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فرمایا پھر تم نے انہیں دریا برد نہیں کیا۔ جاؤ ! انہیں دریا برد کر کے آؤ۔ چنانچہ میں گیا اس وقت دل میں کئی قسم کے وسوسے لاحق ہو رہے تھے۔ ان اوراق کو دریا میں ڈال دیا۔ دریا کا پانی اسی لمحہ پھٹا اور ایک صندوق نمودار ہوا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا۔ اور وہ اوراق اس صندوق میں

چلے گئے۔ پھر اس کا ڈھکنا بند ہو گیا اور پانی برابر ہو کر صندوق روپوش ہو گیا۔ واپس آکر سارا واقعہ بیان کر دیا آپ نے فرمایا ہاں اب تم نے ڈالا۔ میں نے عرض کیا اے شیخ یہ کیا اسرار ہیں مجھ پر ظاہر فرمایئے ! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے "اصول تحقیق" میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا سمجھنا دشوار تھا۔ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اسے مانگا اللہ تعالیٰ نے پانی کو مامور فرمایا کہ وہ ان تک پہنچا دے۔

(کشف المحجوب)

حضرت ابو بکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

(1) حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب عنداللہ مقبول ہیں اسی لئے پانی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچانے پر مامور فرمایا۔

(2) حضرت خضر علیہ السلام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو پسند فرماتے اور آپ کی بارگاہ میں وہ مقبول و مستند و معتمد ہیں۔

(3) حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ پانی بھی ان کی تعظیم کرتا تھا اور ان کے حروف کو مٹاتا نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اللہ جل جلالہ اور اس کے نبی حضرت خضر علیہ السلام کے نزدیک مقبول ہیں اور جو کتابیں عند اللہ و عند رسولہ مقبول ہوں وہ محقق و مبرہن ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے اس کا اعتقاد ضروری ہے۔ شکل اول یوں مرتب ہو گی۔

(صغریٰ) ۔ حکیم ترمذی کی کتب اللہ جل جلالہ اور اس کے نبی کے نزدیک مقبول ہیں

(کبریٰ) ۔ جس کی کتب اللہ جل جلالہ اور اس کے نبی کے ہاں مقبول ہوں قطعاً" محقق و مبرہن ہیں ۔

(نتیجہ) ۔ حکیم ترمذی کی کتب قطعاً" محقق و مبرہن ہیں ۔

یہ بھی کہا گیا کہ

" ہمارے خیال میں اس روایت کے " وضع " ہونے کے لئے یہ عام فہم سی بات کافی ہے کہ ذکوان کے متعدد ثقہ اور قابل اعتماد شاگرد پائے جاتے ہیں ۔ مگر ان میں سے کوئی ایک بھی ذکوان سے روایت نقل نہیں کرتا' لے دے کر صرف ایک مجہول مطلق راوی دستیاب ہوا ۔

(ماہنامہ جام عرفان فروری 1996ء)

میں کہتا ہوں کہ " حدیث موضوع " کی یہ تعریف کس نے کی ہے ؟ کہ جسے کسی محدث کا صرف ایک شاگرد روایت کرے اور دیگر تلامذہ روایت نہ کریں ۔ وہ حدیث موضوع ہے ۔

علاوہ ازیں راوی مذکور مجہول بھی نہیں ۔ چہ جائے کہ " مجہول مطلق " ہو گیوں کہ اس کی صفات معلومہ سے اس پر طعن کیا گیا ہے ۔ اور جس کی صفت معلوم ہوں وہ مجہول نہیں ہوتا ۔

پھر یہ کہ !

"ان میں سے کوئی ایک بھی ذکوان سے روایت نقل نہیں کرتا"

محض ایک دعوی ہے۔ جس پر کوئی دلیل بیان نہیں کی گئی۔ اور "دعوی بلا دلیل" مردود و غیر مقبول ہوتا ہے۔

یہ بھی بڑے زور سے بیان کیا گیا ہے کہ۔

نوادر الاصول میں یہ روایت پائی ہی نہیں جاتی

(ماہنامہ جام عرفان ص 26، فروری 1996ء)

میں کہتا ہوں کہ نوادر الاصول میں اس روایت کے وجود و ذکر کی نفی درست نہیں۔ کیوں کہ اجلہ محدثین و ائمہ دین نے یہ روایت عارف باللہ سیدی حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول سے نقل فرمائی۔ اور اس کے نوادر الاصول میں وجود و ذکر کی شہادت دی۔ مثلاً" مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی، امام المحدثین علامہ جلال الملت والدین السیوطی، معجزۃ المصطفی فی الھند الشیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی رحمھم اللہ وغیرھم۔

اگر یہ کہا جائے کہ روایت ذکوان نوادر الاصول میں نہیں تو لازم آئے گا۔ کہ ائمہ دین نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جھوٹی اور غلط نسبت کردی ہے۔ لازم باطل تو ملزوم بھی باطل ہوا۔ اگر قائلینِ سایہ کا استقراء ناقص نہیں، تو پھر اس روایت کا نوادر الاصول میں نہ ہونا ان سیاہ بختوں کی حرکت ہے۔ جو ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل گھٹاتے اور عیب کے جویاں رہتے ہیں۔

ایسے سیاہ بختوں کے متعلق اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

امام شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی وامام جلیل و حبر نبیل علامہ نسفی رحمھما اللہ تعالی کی روایت کردہ "حدیث نفی ظل" کو یہ کہہ کر مردود قرار دے دیا گیا ہے۔

"کہ انکی روایت کردہ حدیث "معلق" ہے اور ہر معلق سوائے تعلیقات بخاری مردود ہے"

(ملخصا" جام عرفان مارچ ۹۶ء) حقیقت یہ ہے کہ حق کو باطل کے پردوں میں چھپانے کی مکمل سعی کی گئی ہے۔ورنہ امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی و امام نسفی رحمھما اللہ تعالی کی روایت کردہ حدیث دیگر طرقؔ سے اسناد کے ساتھ مذکور ہے۔

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء شریف میں ارقام فرمایا ہے۔کہ

"حدیث معلق جب دیگر طرق سے اسناد کے ساتھ مذکور ہو تو وہ مردود نہیں ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نخبۃ الفکر میں ارقام فرماتے ہیں۔

وقد یحکم بصحتہ ان عرف بان یجئی مسمی من وجہ آخر۔

یعنی حدیث معلق اگر دوسرے طریقہ سے سند کے ساتھ مذکور ہو تو اس کی صحت کا حکم کیا جائیگا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ۔

"یہ معجزہ جو ولادت سے وصال تک برقرار رہا ہو۔ اس کو سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کوئی بیان نہ کرے۔ اس سے بڑا ثبوت اس روایت کے وضعی ہونے کا اور کیا ہو گا؟"

(جام عرفان مارچ 1996ء)

قائلین سایہ کا قول مذکور بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دیگر اصحاب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کی نفی کا قول فرمایا۔ چنانچہ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

" وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللّٰہ تعالی ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یقع انسان قدمہ علی ذلک"

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر گرنے نہ دیا تاکہ کوئی شخص اس پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔

علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عدم سایہ کا قول فرمانا اور صحابہ کا اس کے انکار سے سکوت عدم سایہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم کے اجماع سکوتی کی روشن دلیل ہے۔

پھر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آپ کے جسد مبارک سے سایہ کی نفی کا قول کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اس قول کی نفی نہ فرمانا اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے نفی ء سایہ کے قول کی " تقریر " فرما دی۔ تو حدیث تقریری سے بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد انور کا سایہ نہیں۔

بالفرض اگر اس حدیث کے راوی صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی ہوں۔ تو بھی
کہنا درست نہیں کہ اس کے راوی صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا یہ حدیث موضو
ہے۔ کیوں کہ حدیث موضوع کی یہ تعریف کہیں بھی نہیں لکھی ہوئی۔ کہ "ج
حدیث کو ایک صحابی روایت کریں وہ موضوع ہے۔

نیز معجزات یا خوارق کے ثبوت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے ہر شخص
اکثر روایت کریں اس لئے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ مجرد خرق عادت باع
توفر دواعی و نقل جمیع یا اکثر حاضرین ہے۔ اگر معجزات کے ثبوت کے لئے یہ شرط
دیا جائے کہ حاضرین سے ہر شخص یا اکثر اسے روایت کریں تو بہت سے معجزات
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوات و اسفار و مجامع میں واقع ہوئے ہیں اور سینکڑوں
ہزاروں آدمیوں نے ان پر اطلاع پائی اور ہم تک صرف نقل احاد سے پہنچے ان کی
ہو جائے۔ مثلاً" واقعہ حدیبیہ میں انگشتان اقدس سے پانی کا دریا کی مانند جوش
اور چودہ سو آدمیوں کا علی اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور لشکر کا
برتن بھر دینا۔ بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس معجزہ کا وقوع ہوا۔
سب نے اس پر اطلاع پائی۔ مگر پانچ چھ سے زیادہ راویوں نے اسے روایت نہ فر

اسی طرح " رد شمس " یعنی غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنا اور مغرب
عصر کا وقت ہو جانا غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے واقع ہوا اور تعداد لشک
کی سولہ سو تھی۔ لیکن چند [illegible] کے سواء کسی نے بھی اس معجزہ کو ر
نہیں کیا۔ حالانکہ یہ اتنا عظیم [illegible] ہے کہ نفی ظل کو اس سے کوئی [illegible]ت نہیں
یہ بھی کہا گیا ہے۔

" ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر متن روایت کو دیکھیں تو وہ ناقابل تسلیم ہے ۔ کیونکہ روایت میں مذکور ہے کہ آپکی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی تھی آپ ہی بتائیے کہ کیا ایسا ہونا ممکن ہے ۔ "

(ماہنامہ جام عرفان مارچ 1996ء)

یہ قول رسول اللہ ﷺ کے مقام سے بے خبری اور ذات اقدس ﷺ کو ما و شما پر قیاس فاسد کی وجہ سے کیا گیا ' ورنہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور سورج اور ہر شئی کے نور کی اصل اور ہر شئی کا نور آپکے نور کی فرع ہے اور اصل فرع پر غالب ہوتا ہے

مطالع المسرات میں ہے

" **قال ﷺ اول ما خلق اللہ نور و من نوری خلق کل شئی** "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر شئی پیدا فرمائی

عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ " **حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ** " میں فرماتے ہیں

" **قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ کما ورد بہ الحدیث الصحیح** "

تحقیق ہر چیز رسول اللہ ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اسی معنی میں وارد ہوئی ۔

ہر شئی میں سورج اور اس کا نور بھی داخل ۔ تو رسول اللہ ﷺ کا نور اصل

ہوا اور سورج کا نور اسکی فرع اور اصل نور فرع پر غالب ہو گا

عارف سامی مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کی ترجمانی یوں

فرمائی

صل اللہ علی نور کزو شد نور ھا پیدا

زمین در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

انصع الناصحین شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کلیم کہ چرح فلک طور اوست

ہمہ نور ھا پرتو نور اوست

علاوہ ازیں صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جنتی عورت کا نور سورج کے نور پ

غالب ہے

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

" لو ان امراۃ من نساء اہل الجنۃ اطلعت الی الارض لاضاء ت ما بینھما الحدیث

(مشکوۃ بحوالہ بخاری شریف

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے

واگر باشد زنے از زناں بہشتیاں ظاہر شود و فرود آید بسوئے زمین ہر آئن

روشن کند آں زن ہر چیزے را کہ میان بہشت و زمین است "

(اشعۃ اللمعات)

یعنی اگر کوئی عورت جنتی عورتوں سے ظاہر ہو اور زمین پر اتر آئے تو

عورت جنت اور زمین کے درمیان ہر چیز کو اپنے نور سے روشن کردے۔

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنتی عورت کا نور سورج کے نور پر غالب اور اس سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اگر اس کا ظہور ہو جائے تو اپنے نور سے جنت اور زمین کے درمیان ہر چیز کو روشن کردے' جنت و زمین کے مابین آسمان بھی ہیں تو جنتی عورت کا نور آسمانوں زمینوں اور ان کی ہر چیز کو ظاہر کرے گا۔تو لا محالہ سورج کے نور پر غالب اور زائد ہو گا کیونکہ سورج پنے نور سے بیک وقت پوری زمین کو بھی روشن نہیں کر سکتا کیونکہ ایک وقت میں سورج کا طلوع زمین کے چوتھائی حصہ پر ہوتا ہے

یہ حدیث شریف جنتی عورت کے نور کے سورج کے نور پر زائد ہونے میں عبارت النص ہے اور رسول اللہ ﷺ کے نور مبارک کے سورج کے نور پر زائد و غالب ہونے میں دلالت النص ہے کیونکہ جنتی عورت کو یہ نورانیت اللہ تعالی نے اس کی عظمت و کرامت و بزرگی کی وجہ سے عطا فرمائی اور ذات اقدس ﷺ کی عظمت و کرامت و بزرگی جنتی عورت پر بہت ہی فزوں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے

" وان علیها من التیجان ان ادنی لؤلؤة منها لتضئی ما بین المشرق والمغرب"

(مشکوۃ شریف)

یعنی اس جنتی عورت پر تاج ہو گا جس کا ادنی موتی مشرق و مغرب کو منور کر دے گا

ترمذی شریف میں ہے

" ولو ان رجلا من اهل الجنة اطلع فبدا اساوره تطمس ضوئه ضوء الشمس كما تطمس الشمس ضوء النجوم "

یعنی اگر ایک جنتی مرد زمین کی طرف جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ان کا نور سورج کے نور کو مٹا دے جس طرح سورج ستاروں کے نور کو مٹا دیتا ہے جب جنتی مردوں اور عورتوں کے زیورات کا نور سورج کے نور پر غالب آکر اسے محو کر سکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ جن کے نور سے تمام نور بنے آپ کے نور کا سورج کے نور پر غالب آنا کیوں ناممکن ؟

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا نور سورج کے نور پر غالب ہے تو قائلین سایہ کا یہ قول کہتر باطل ہو گیا۔ " کہ رسول اللہ ﷺ کے نور کا سورج کے نور پر غالب ہونا ناممکن ہے۔ " کیونکہ ممکن اور ناممکن آپس میں **نقیضیں** ہیں اور قانون ہے کہ جب ایک نقیض کا وقوع ہو جائے تو دوسری نقیض باطل ہو جاتی ہے۔

نیز قائلین ظل (سایہ) کی کلام متناقض ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ کیونکہ قول مذکور میں ہے۔

" آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آ جاتی تھی۔
آپ ہی بتایئے ! کہ کیا ایسا ممکن ہے ؟ "
" سورج چاند کی تابانیاں نور نبوی کی تابانیوں سے بہر حال
کم ہیں۔ " ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶ء

اولاً" رسول اللہ ﷺ کے نور کا سورج کے نور پر غالب ہونے کا انکار کیا'

ثانیاً"

رسول اللہ ﷺ کے نور کا شمس کے نور غالب ہونے کا قول کیا۔ یہ دونوں قول اجتماع نقیضین کو مستلزم ہیں۔ لازم (اجتماع نقیضین) باطل تو ملزوم (دونوں قول) بھی باطل۔

مزید شبہات کا ازالہ

(۱۱)

جام عرفان میں ہے۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سایہ نہ ہونے پر علمائے کرام کی عظیم اکثریت متفق ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں کوئی ایک بھی صحیح روایت نہیں"

(جام عرفان فروری ۱۹۹۶)

ائمہ دین، رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی عظیم جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے جسم انور سے سایہ کی نفی کا قول کیا ہے۔ اس کے بعد علمائے کرام کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ سایہ نہ ہونے پر سب علمائے کرام متفق ہیں۔ ورنہ ایک باطل عقیدہ سامنے آنے کے بعد علمائے حق کے لئے سکوت جائز نہیں۔ مذکورہ کلام سے واضح ہوا کہ سایہ نہ ہونے پر تمام علماء متفق ہیں۔ قائلین سایہ کا یہ قول کہ "سایہ نہ ہونے پر علماء کرام کی (عظیم اکثریت) متفق ہے" درست نہ ہوا۔

علاوہ ازیں قائلین سایہ کے قول کے مطابق ---- سایہ نہ ہونے پر علماء کرام کی عظیم اکثریت متفق ہے --- علماء کرام کی جماعت کثیرہ کی اتباع کرنی چاہئے اور مخالفت درست نہیں۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "**علیکم بالجماعۃ والعامۃ**"

ترجمہ۔ جماعت اور (علماء) کی اکثریت کو لازم پکڑو۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث شریف کی تشریح و ترجمہ کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

"بر شما باد کہ لازم گیرید جماعت را و اکثر را اشارت است با آنکہ معتبر اتباع اکثر و جمہور است"

ترجمہ۔ تمہیں لازم ہے کہ جماعت و علماء کی اکثریت کو لازم پکڑو اس حدیث میں اشارہ ہے کہ معتبر اکثر و جمہور علماء کی اتباع ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول)

ملا علی قاری رحمہ الباری اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی علیکم بمتابعۃ جمہور العلماء من اہل السنۃ یعنی لازم کر لو اپنے اوپر اکثر علماء اہل سنت کی پیروی۔

احادیث و تصریحات ائمہ دین سے ظاہر ہو گیا کہ علماء کرام کی اکثریت کی اتباع کرنی چاہئے' اور مخالفت درست نہیں۔ جب قائلین سایہ خود اس کے قائل ہیں کہ علماء کرام کی اکثریت نفی سایہ پر متفق ہے۔ تو قائلین سایہ کو بحکم حدیث شریف علماء کرام کی اکثریت کی اتباع کرتے ہوئے نفی سایہ کو حق تسلیم کرنا چاہئے۔

پھر قائلین سایہ کا یہ قول ----

"اس بارے میں کوئی ایک بھی صحیح روایت نہیں"

---- بھی درست نہیں۔ کیونکہ منکرین نفی سایہ۔ روایت نفی ظل کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ نفی سایہ کی احادیث من گھڑت' موضوع اور قابل استدلال نہیں۔

چنانچہ ماہنامہ جام عرفان اپریل ۱۹۹۶ء ص ۸ پر احادیث نفی ظل کے متعلق مذکور ہے۔

"ایسی موضوع' مردود اور ناقابل قبول روایات کے سہارے

بھی بھلا کوئی مسئلہ ثابت کیا جا سکتا ہے؟"

حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی کہ یہ حدیث موضوع، مردود اور باطل ہے۔ ایسا غلط قول وہی کر سکتا ہے۔ جو علم حدیث سے نابلد ہو۔ ورنہ حدیث شریف کے ادنیٰ طالب علم پر بھی یہ ظاہر ہے کہ حدیث شریف کے عدم صحت اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

علامہ محمد طاہر خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں۔

"بین قولنا (لم یصح) وقولنا (موضوع) بون کبیر"

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو یہ کہنا کہ "صحیح نہیں" اور "موضوع ہے" ان دونوں میں بڑا بُعد ہے۔

مولانا علی قاری رحمہ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

"لا یلزم من عدم الصحۃ ثبوت وضعہ کما لا یخفی"

یعنی یہ ظاہر اور واضح بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی موضوعات کبیر میں روز عاشورہ سرمہ لگانے کی حدیث پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حکم "لا یصح ھذا الحدیث" نقل کر کے فرماتے ہیں۔

قلت لا یلزم من عدم صحۃ ثبوت وضعہ غایتہ انہ ضعیف

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں۔ غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

خلاصہ یہ کہ صحیح اور موضوع دونوں ابتداء اور انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح ہے اور سب سے بدتر موضوع اور درمیان میں بہت سی اقسام حدیث ہیں۔

درجہ بدرجہ ۔ اول صحیح لذاتہ اس کے بعد صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ پھر حسن لغیرہ پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی ہو جیسا کہ تدلیس راوی وغیرہ۔

پہلی چار قسمیں محتج بہا اور قابل استدلال ہیں اور پانچویں قسم "جابر" سے قوت حاصل کرنے کے بعد صحیح لغیرہ ہو جاتی ۔ پھر اس سے ثبوت احکام پر استدلال درست ہو جاتا ہے، ورنہ فضائل میں تو یہ تنہا ہی کافی ہے۔ اور چھٹی قسم ضعف قوی جیسے راوی کا فسق وغیرہ قوادح قویہ کی وجہ سے متروک ہونا۔ اس قسم سے احکام پر استدلال درست نہیں اور فضائل میں مذہب راجح پر قابل قبول ہے۔

ساتویں قسم مطروح ہے ۔ جس کا مدار کذاب یا متھم بالکذب پر ہو یہ بھی موضوع کے حکم میں داخل ہے۔ ان سب کے بعد موضوع کا درجہ ہے۔ یہ بالاتفاق فضائل وغیرھا کسی باب میں قابل اعتبار نہیں محض افتراء و جھوٹ ہے۔ اسے حدیث کہنا ہی علی سبیل المجاز ہے۔ خلاصہ یہ "کہ انکار صحت سے اثبات وضع" ماننا کسی طرح درست نہیں۔

(۱۲)

"آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت متعدد معجزات ظاہر ہوئے جن کا کتب سیرت میں مفصل تذکرہ موجود ہے ۔ مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ نومولود کا سایہ نہیں تھا حلیمہ سعدیہ کے جہاں قیام کے دوران جو معجزات ظہور پذیر ہوئے ان میں بھی سایہ نہ ہونے کا کہیں ذکر نہیں اھ"

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶ء)

مذکورہ سوالوں کا جواب قائلین ظل کی زبانی۔

چلئے اس کا تو یہ جواب دیا جا سکتا کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶ء)

مذکورہ سوالات اور ان کا جواب ! آپ نے قائلین ظل کی زبانی سن لیا البتہ قائلین ظل نے یہ دعوی عام جو کیا ہے۔

"سایہ نہ ہونے کا ذکر کہیں نہیں"

یہ جرأت انہیں نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اکابر ائمہ دین جب کسی روایت پر اطلاع نہ پاتے تو "لم اجد" یا "لم اقف علیه" پر ہی اکتفاء فرماتے۔ قائلین ظل کا علم تو ائمہ دین سے کسی ایک کے علم کا عشر عشیر بھی نہیں' اس لئے قائلین ظل اگر یہ کہتے کہ "سایہ نہ ہونے کی روایت کا ہمیں علم نہیں" تو ان کا یہ قول کسی حد تک درست تھا۔ لیکن اس سے بھی ان کا مدعی "ثبوت ظل" ثابت نہیں۔ کیونکہ عدم علم عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

امام جلال الملت والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی میں فرماتے ہیں۔

نفی العلم لا یلزم منہ نفی الوجود

(الحاوی للفتاوی جلد دوم)

پھر یہ کہ قائلین ظل کا یہ کہنا کہ ----

"یہ کہیں نہیں لکھا کہ نو مولود کا سایہ نہ تھا۔ یعنی سیرت کی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا"

---- بھی درست نہیں۔ کیونکہ سیرت کی متعدد معتبر کتب میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد انور کا سایہ نہ تھا۔ چند ایک کے اسماء ملاحظہ ہوں۔

(۱) کتاب الوفاء علامہ جوزی (۲) شفاء الصدور علامہ ابن سبع
(۳) کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفی ﷺ علامہ قاضی عیاض
(۴) نسیم الریاض علامہ خفاجی (۵) خصائص کبری علامہ جلال الدین سیوطی
(٦) المواهب اللدنیہ امام علامہ قسطلانی (۷) شرح مواهب علامہ زرقانی
(۸) مدارج النبوت وغیرھا اسفار ائمہ دین سیرت کی معتبرو مستند کتب ہیں۔
سب میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد انور واطہر کا سایہ نہیں تھا۔

الحاصل قائلین ظل کا قول۔ ”کہیں نہیں لکھا کہ نومولود کا سایہ نہیں تھا“ سالبہ کلیہ ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ صادق آرہی ہے۔ لہٰذا یہ سالبہ کلیہ باطل ہوا۔

(۱۳)

سرکار دو عالم ﷺ کا بدن مبارک کائنات میں سب سے
زیادہ لطیف تھا۔ اور جو علماء کرام سایہ نہ ہونے کے قائل ہیں'
وہ زیادہ زور اسی نکتہ پر دیتے ہیں۔

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹٦ء)

علماء کرام کی اکثریت نے رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کے سایہ نہ ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے' کہ آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ سے جسم انور کے لئے نورانیت حسیہ حقیقہ کا ثبوت ہے۔ اور نورانیت حسیہ حقیقہ کو عدم سایہ لازم لہٰذا جسم انور واطہر کا سایہ نہیں تھا۔ تو قائلین سایہ کا یہ قول' جو علماء کرام سایہ نہ ہونے کے قائل ہیں۔ وہ ”جسد اقدس کے لطیف ہونے کی وجہ سے قائل“ باطل ہوا۔

جن علماء کرام نے سایہ نہ ہونے کی دلیل جسم انور کی نورانیت حسیہ حقیقہ کو مانا ہے ان کے اسماء گرامی

(۱) حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (۲) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۴) علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (۶) سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

(۷) حافظ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۸) سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(۹) شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) محدث ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) استدلال عقلی کی ایک نئی صورت

لطافت کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) جو چیز غیر مرئی ہو یعنی دکھائی نہ دے

(۲) دکھائی تو دے لیکن ٹھوس وجود نہ رکھتی ہو

(۳) ٹھوس وجود رکھتی ہو مگر شفاف ہو یعنی اس کے آرپار دیکھا جا سکتا ہو

(۴) آرپار نہ دیکھا جا سکتا ہو مگر اس کا وجود بے حد نرم ہو۔

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶ء)

لفظ لطیف و لطافت کے مذکورہ معانی کا دعوی تو کیا گیا ہے، لیکن یہ نہیں بیان کیا گیا کہ

لغت کی کونسی کتاب میں مذکورہ معانی ذکر کیئے گئے ہیں۔ یا ائمہ لغت میں سے کس امام نے ان معانی کا قول کیا یہ دعوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

پھر یہ کہ لطیف اسماء حسنی میں سے ہونے کی وجہ سے اس کا اطلاق ذات باری تعالی پر بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ معانی مذکورہ سے اس کی ذات مبرا ہے۔ اور ان معانی کے لحاظ سے " لطیف " کا اطلاق اللہ تعالی کی ذات پر غیر صحیح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معانی مذکورہ باطل ہیں، کیونکہ متعدد آیات قرآنیہ میں لطیف کا اطلاق اللہ تعالی کی ذات پر ہوا ہے۔

جب لطیف کے معانی مذکورہ باطل ہوئے تو اس پر ثبوت سایہ جو متفرع کیا گیا تھا، وہ بھی باطل ہوا۔

کتب لغت میں لفظ "لطیف" کے درج ذیل معانی بیان کیئے گئے ہیں۔

لطیف = نیکو کار، پاکیزہ، نرم، (غیاث اللغات)

اللطیف = باریک، پاکیزہ، نرم، مہربان (المنجد)

لطیف = ناعم، جمیل، حسن الطبع (القاموس)

اللطیف = **من اسماء الحسنی البر بعباده، الرفیق بهم والعالم بخفایا الامور ودقائقها، ومن الکلام غمض معناه وخفی، ومن الاجرام ما لا خفاء فیه والجنس اللطیف کنایة عن النساء۔ (المعجم الوسیط ج ثانی)**

لطیف = نازک نرم، ملائم، پاکیزہ، ستھرا، لذیذ، مزہ دار، خوب عمدہ، پاک مقدس (فیروز اللغات)

تاج العروس ولسان العرب میں مذکورہ معانی کے ساتھ کچھ مزید معانی بھی ذکر کیے گئے ہیں لیکن قائلین سایہ کے بیان کردہ معانی کسی لغت کی کتاب میں موجود نہیں

(۱۵) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اظہار رائے

"امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ استدلال ہم بالکل نہیں سمجھ پائے کہ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے لطیف تر کوئی چیز نہیں اس لئے آپ کا سایہ نہیں ہو سکتا۔ نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے ایسا استدلال کرتے ہوئے اگر کوئی شخص کہے کہ ہر شخص کے آنسو اس سے لطیف تر ہوتے ہیں کیونکہ مائع وشفاف ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لطیف تر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کے آنسو بھی نہیں ہو سکتے تو کیا یہ استدلال صحیح ہوگا؟ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟"

(ماہنامہ عرفان فروری ۱۹۹۶)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد

"درعالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچون لطیف از وے صلی اللہ علیہ وسلم چیزے نہ باشد او را سایہ چہ صورت دارد"

قائلین سایہ لفظ لطیف کا مفہوم نہ جاننے کی وجہ سے نہ سمجھ پائے۔ کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام میں واقع لفظ "لطیف" کا معنی پاکیزہ ہے۔ یعنی ہر شخص کا سایہ اس شخص سے بہت زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے، کیونکہ شخص گرد و غبار اور مٹی کے اتصال سے میلا ہو جاتا ہے اور گندگی و نجاست کے اتصال سے آلودہ ہو جاتا ہے نیز شخص عیوب ونقائص وقبائح و آثام سے بھی ملوث ہو سکتا ہے۔ بخلاف سایہ کے، وہ مٹی گرد و غبار پر پڑنے

کے باوجود میلا نہیں ہوتا۔ گندگی و نجاست پر وقوع کے باوجود ان سے ملوث نہیں ہوتا اور قبائح و آثام سے بھی ملوث نہیں ہوتا۔ تو ہر شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ پاکیزہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ کوئی چیز پاکیزہ نہیں فرمائی اس لئے آپ کا سایہ نہیں۔

(١٦)

قائلین ظل کا یہ قول ——

"نہ سمجھ آنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طرح کا استدلال کرتے ہوئے اگر کوئی کہے ہر شخص کے آنسو اس شخص سے لطیف تر ہوتے ہیں کیونکہ مائع و شفاف ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے لطیف تر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کے آنسو بھی نہیں ہو سکتے"

—— بھی باطل ہے' کیونکہ اس قول میں لطیف تر ہونے کی علت مائع اور شفاف کو قرار دیا گیا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ اگر کوئی شئی مائع و شفاف ہونیکی وجہ سے لطیف تر ہو تو لازم آئیگا کہ انسان کا پیشاب انسان سے لطیف تر ہو جائے' کیونکہ پیشاب مائع و شفاف ہے۔

تعجب ہے! جن لوگوں کی علمیت کا یہ مقام ہے کہ انسان کے پیشاب کو انسان سے لطیف تر بتا رہے ہیں وہ بھی اس ذات گرامی کے کلام پر اعتراض کناں ہیں جن کے متعلق حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

"شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے ضمن میں گم ہیں۔ کامل اولیاء متقدمین میں سے خال

خال ان کی مثل ہوئے ہوں گئے

(زبدۃ المقامات)

(۱۷)

اسلاف کرام کے استدلال پر قدغن!

"علامہ ابن سبع وغیرہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ نور تھے اس لئے آپ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا سبحان اللہ نور میں تو خون بھی نہیں ہوتا۔ توکیا رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے خون کی بھی نفی کی جائیگی"

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶)

سبحان اللہ ۔ یہ کس نے کہا ہے کہ نور اور خون میں منافات ہے؟ اور نور میں خون نہیں ہوسکتا؟

ارشاد باری تعالی ہے۔ واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا! خوب منور نکلے گا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے

کہ حضرت موسی علیہ السلام کے ہاتھ سے آفتاب کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا اور آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا۔ (روح المعانی جلد ۱٦)

حضرت موسی علیہ السلام کا ھاتھ مبارک نور بھی تھا اور اس نور میں خون بھی تھا لہذا یہ کہنا کہ نور میں خون نہیں ہوتا درست نہ ہوا۔

علاوہ ازیں شئی اپنی نقیض یا ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ نور نہ تو خون کی نقیض ہے اور نہ ہی ضد۔ لٰہذا یہ ہو سکتا ہے کہ نور ہو اور اس میں خون بھی ہو۔

(۱۸) استدلال کا اچھوتا انداز

"اگر آپ ﷺ کے جسم میں خون کا رواں ہونا آپ کے
نور ہونے کے معارض نہیں ہے تو آپ ﷺ کا سایہ ہونا آپکی
نورانیت کے کیونکر منافی ہو سکتا ہے۔؟

(ماہنامہ جام عرفان جنوری ۱۹۹۶ء)

قائلین ظل کا یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی جہت جامع نہیں بلکہ مغائرت ہے۔ کیونکہ مقیس علیہ نور اور خون کا اجتماع درست اور فی الواقع موجود ہے۔ جیسا کہ **واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء** آیت مبارکہ ان دونوں کی اجتماع اور عدم منافات پر دال۔ ان میں منافات کے قول سے قرآن کا انکار لازم آئیگا۔ لازم باطل تو ملزوم (خون اور نور میں منافات) بھی باطل ہوا۔

بخلاف جسم اقدس کا نور ہونا اور سایہ بھی ہونا ان دونوں کا اجتماع ممنوع ہے۔ کیونکہ نورانیت کو عدم سایہ لازم تو اب اگر جسم کی نورانیت ہو اور عدم سایہ لازم نہ ہو بلکہ جسم نور کے ساتھ سایہ متحقق ہو تو لازم عدم سایہ منفی ہو جائیگا اور نفی لازم مستلزم ہے، نفی ملزوم کو۔ اور نفی ملزوم سے ان آیات و احادیث مبارکہ کا انکار لازم آئیگا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی نورانیت پر دال ہیں تو لازم باطل اور ملزوم بھی باطل ہوا۔

(۱۹) عقلی استدلال کی ایک جھلک

سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ آپ

ﷺ کے سائے پر کسی کا پاؤں نہ پڑے، لیکن پاؤں تو سائے پر پڑتا ہی نہیں۔ بے شک تجربہ کر کے دیکھ لیں پاؤں پر سایہ پڑے گا نہ کہ سائے پر پاؤں۔ سایہ تو پاؤں کے نیچے رہ نہیں سکتا۔

(ماہنامہ جام عرفان فروری ۱۹۹۶ء)

اس کا جواب یہ ہے کہ عرف میں مقام سایہ پر پاؤں کے وقوع کو سایہ پر وقوع ہی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لئے جا رہے تھے۔ ایک یہودی حضرت کے گرد اپنے پاؤں سے عجیب حرکات کرتا جاتا اس سے دریافت فرمایا تو بولا بات یہ ہے کہ اور تو کچھ ہم تم پر نہیں پا سکتے۔ جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اسے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں۔ (نفی الفیء)

علاوہ ازیں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قول ان اللہ تعالی ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلک بے شک اللہ تعالی نے آپ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے دیا، تاکہ کوئی شخص اس پر قدم نہ رکھ دے۔ اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ مقام سایہ پر پاؤں رکھنا یہ سایہ ہی پر پاؤں رکھنا ہے. تو یہ کہنا کہ سایہ پر پاؤں پڑتا ہی نہیں بلکہ سایہ پاؤں پڑے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معارض ہونے کی وجہ سے باطل ہوا۔

پھر یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ قول رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کی تقریر فرمانے سے درجہ حدیث میں ہو گیا، تو حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا کہ مقام سایہ پر پاؤں رکھنا سایہ پر پاؤں رکھنا کہلاتا ہے۔ تو قائلین ظل کا قول مذکور باطل ہوا۔

(۲۰) جام عرفان اپریل 1996ء میں ہے۔

"ابن جوزی جو علامہ نسفی کے تقریباً" ہم زمان تھے اور علامہ سیوطی جو نسفی سے تقریباً" دو سو سال بعد ہوئے اور ان دونوں سے زیادہ باخبر محدث شاید ہی کوئی ہو۔ یہ دونوں بھی ان انوکھی روایات سے بے خبر رہے اور کسی کتاب میں اس کو ذکر نہیں کیا۔"

کیا قائلین سایہ نے علامہ شمس الدین ابن جوزی و علامہ سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تمام تصانیف جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ کا احاطہ کر لیا ہے۔ اور کیا سب قائلین سایہ کی نظر سے گذری ہیں؟ کہ بے دھڑک ایسا عام دعوی کر دیا۔ کہ

"ان دونوں نے اپنی کسی کتاب میں اس حدیث کو ذکر نہیں کیا"

اکابر ائمہ کرام کا تو یہ معمول تھا کہ جب کسی حدیث پر اطلاع نہ پاتے تو فرماتے "لم اجد" یا "لم اقف علیہ" یا "لم ار" پھر ہم کو بایں بضاعۃ مزجاۃ "چھوٹا منہ بڑی بات "کب زیب دیتی ہے؟ کہ سینکڑوں کتب کے متعلق یہ دعوی کیا جائے "ان میں یہ حدیث مذکور نہیں"۔

علاوہ ازیں کسی حدیث کا کتاب میں ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ جو احادیث مصنف نے ذکر نہیں کیں۔ ان سے وہ بے خبر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں احادیث مرفوعہ دو ہزار چھ سو تیئس ذکر کیں ہیں حالانکہ چھ لاکھ احادیث آپ کے علم میں تھیں جیسا کہ فتح الباری و اشعۃ اللمعات میں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ صحیح بخاری میں جو احادیث مذکور نہیں امام بخاری ان سے بے خبر تھے۔ تو یہ قول اس کی اپنی بے خبری کی

دلیل ہو گا۔

(۲۱) پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ۔

"تفسیری روائتیں تو یوں بھی زیادہ مستند نہیں مانی جاتیں"

(جام عرفان اپریل 1996ء)

قائلین سایہ کا یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ کسی حدیث کے مستند یا غیر مستند ہونے کی مدار سند پر ہے۔ سند اگر معتبر ہے تو حدیث "کتب تفاسیر میں ہو یا کتب احادیث میں" معتبر ہو گی۔ اور اگر سند غیر معتبر ہو تو حدیث غیر معتبر ہو گی خواہ کسی کتاب میں بھی ہو۔ یہ فرق کہ "تفسیری روائتیں غیر معتبر ہیں اور کتب احادیث میں مذکور معتبر"
خود ساختہ اور باطل ہے۔

(۲۲) یہ بھی کہا گیا ہے۔

تفسیر مدارک کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فان اللّٰہ تعالی ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع الانسان قدمہ علی ذلک الظل

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "سایہ تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد"

تو سایہ کا نجس زمین پر پڑنا یا کسی کا سایہ پر قدم رکھنا یہ دونوں آپس میں متعارض ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان اس سے

بہت بلند ہے کہ وہ ایسی متعارض باتیں کریں۔ ملخصا"

(جام عرفان اپریل 1996ء)

میں عرض کروں گا کہ سایہ پر کسی کا قدم رکھنا اور سایہ کا زمین نجس پر واقع ہونا۔ ان میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ امور متعارضہ کا بیک وقت اجتماع ناممکن ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں کہ ایک آدمی کا سایہ کسی نجس زمین پر ہو اور کوئی آدمی اس پر پاؤں بھی رکھ دے۔

(۴۳) ماہنامہ جام عرفان میں ہے۔

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفی ظل کو ثابت کرنے لے لئے کل سرمایہ صرف تین روائتیں ہیں

(1) نوادر الاصول کی طرف منسوب روایت۔

(2) کتاب الوفاء والی روایت

(3) مدارک والی روایت

(جام عرفان اپریل 1996ء)

یہ قول کہ "نفی ظل کا سرمایہ مذکورہ تین روایتیں ہیں" مسلک اہل سنت و علماء اہل سنت کے ارشادات سے بے خبری کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ورنہ ائمہ دین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد انور کے سایہ نہ ہونے کی اصل دلیل وہ آیات قرآنیہ ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے۔

نیز وہ احادیث مبارکہ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی کامل نورانیت ثابت ہوتی ہے تو جب جسم انور کا نور ہونا ثابت ہوا تو بے سایہ ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ سایہ نہ ہونا

لوازم نور سے ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ

"اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ"

(۲۴) یہ بھی کہا گیا ہے۔

"یہاں خلط مبحث کرتے ہوئے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور ظنی مسئلہ کے لئے ظنی دلیلیں کافی ہوتی ہیں۔

پھر احادیث نفی ظل کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔

"کہ یہ جعلی من گھڑت و سربسر بے سند اور بے اصل روائتیں ہیں"

(جام عرفان اپریل 1996ء)

قائلین ظل کا قول مذکور بھی درست نہیں کیونکہ یہاں خلط مبحث نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ ہونا عقائد ظنیہ سے ہے۔ اور احادیث نفی ظل اخبار احاد سے ہونے کی وجہ سے مفید ظن ہیں۔ لہٰذا ظنی مسئلہ میں ان پر اکتفاء جائز ہے۔

شرح عقائد میں ہے

"ولا خفاء فی ان ھذہ المسئلہ یکتفی فیھا بالدلالۃ الظنیۃ"

یعنی اس امر میں کوئی خفاء نہیں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے جس میں ظنی دلائل پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے

شرح نبراس میں ہے۔

" حاصل الجواب ان المسائل الاعتقادیۃ قسمان احدھما ما یکون المطلوب فیہ الیقین کوحدۃ الواجب و صدق النبی ﷺ و ثانیھما ما یکتفی فیہ بالظن کھذہ المسئلۃ والاکتفاء بالدلیل الظنی انما لا یجوز فی الاول بخلاف الثانی الخ

ترجمہ شارح کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ جن میں یقین مطلوب ہو جیسے واجب تعالیٰ کی وحدت اور نبی کریم ﷺ کا صدق۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں ظن پر اکتفا کر لیا جائے۔جیسے (تفضیل رسل کا) یہی مسئلہ۔ دلیل ظنی پر جن مسائل میں اکتفاء ناجائز ہے وہ صرف پہلی قسم کے مسائل ہیں جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے۔بخلاف دوسری قسم کے جن میں صرف ظن مطلوب ہو کہ ان میں دلیل ظنی پر اکتفاء بلاشبہ جائز ہے۔

احادیث نفی ظل کے متعلق یہ قول کہ یہ۔

"جعلی من گھڑت اور بے سند و بے اصل ہیں"۔

درست نہیں۔کیونکہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ موضوع و من گھڑت حدیث کو اسکی موضوعیت بیان کئے بغیر ذکر کرنا حرام ہے۔حالانکہ احادیث نفی ظل کو ائمہ دین کی ایک بڑی جماعت نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا۔اور کسی نے بھی ان کے موضوع ہونے کا قول نہیں کیا۔ اگر احادیث نفی ظل موضوع ہوں تو لازم آئیگا کہ مذکورہ تمام ائمہ فعل حرام کے مرتکب ہوں۔لازم باطل تو ملزوم بھی باطل۔

البتہ اس میں شک نہیں کہ بعض احادیث نفی ظل ضعیف ہیں لیکن ضعاف کا فضائل و مناقب میں معتبر ہونا ایک حقیقۃ ثابتہ ہے۔کہ اس کا انکار محض تعصب ہے

(۲۵) جام عرفان میں ہے۔

"وہ آیات و احادیث جن میں رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کا بیان ہے ان کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔اس لئے آپ کا

سایہ نہیں تھا۔ لیکن یہ استدلال محل نظر ہے۔ جب بشریت کے دیگر اقسام عوارض آپ کے لئے ثابت تھے۔ تو سایہ بھی ثابت ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی عوارض بشریہ میں سے ایک عارضہ ہے۔" انتھی ملخصا"

(جام عرفان مئی، جون 1996ء)

دیگر افراد بشر پر رسول اللہ ﷺ کو قیاس کرنا کہ دیگر افراد بشر کے اجسام کا سایہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے جسم شریف کا بھی بشر ہونے کی وجہ سے سایہ ہو گا۔ باطل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات ناطق ہیں کہ اللہ تعالٰی نے رسول اللہ ﷺ کے جسم انور اطہر کو نور حقیقی حسی عینی بنایا ہے۔ اور نور حسی حقیقی کا سایہ نہیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہیں اور باقی افراد بشر اجسام کے لئے نورانیت حسیہ حقیقیہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے سایہ ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین

اس آیت مبارکہ میں ہمارے پاس جو تشریف لائے انہیں نور فرمایا گیا اور ہمارے پاس روح و جسد کا مجموعہ تشریف لایا۔ لہٰذا روح اور جسم دونوں کے لئے نورانیت ثابت ہوئی اور نورانیت کو عدم سایہ لازم ہونے کی وجہ سے نفی سایہ بھی ثابت ہوئی۔

" یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا" و مبشرا" و نذیرا" و داعیا" الی اللہ باذنہ و سراجا" منیرا"

اس آیت مبارکہ میں نبی کو "منیر" فرمایا گیا ہے اور منیر وہ ہے جو خود ظاہر اور دوسری

چیز کو بھی ظاہر کردے ۔ اور یہی نور ہے ۔ تو آیت مذکورہ میں نبی ﷺ کو نور فرمایا اور نبی روح مع الجسم کا مجموعہ ہے ۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کی نورانیت ثابت ہوئی اور نورانیت حسیہ کو عدم سایہ لازم لہٰذا عدم سایہ بھی آیت مذکورہ سے لامحالہ ثابت ہوگا ۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ملزوم بغیر لازم کے پایا جائے ۔ اور یہ باطل ہے ۔

احادیث مبارکہ سے بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کی نورانیت حسیہ حقیقیہ ثابت اور نورانیت حسیہ حقیقیہ کو بھی عدم سایہ لازم ۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کے سایہ کا عدم ثابت ۔ دیگر افراد بشر کے اجسام کے لئے نورانیت ثابت نہیں ۔ اس لئے ان کا سایہ ہے ۔ جسم "پرنور" کو جسم "غیر نور" پر قیاس قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل ۔ جب یہ قیاس باطل تو رسول اللہ ﷺ کے جسد انور کا سایہ بھی باطل ہوا ۔

تفسیر مظہری میں ہے

" قالت حلیمة ما کنا نحتاج الی السراج من یوم اخذناہ لان نور وجھه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنا به فتنورت الامکنة ببرکته ﷺ "

اس حدیث شریف میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کا نور چراغ کے نور سے زائد تھا ۔ نیز یہ کہ جب ہمیں کسی مکان میں چراغ کی ضرورت پڑتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کو وہاں لے جاتے اور وہ مکان روشن ہو جاتے اس پر صراحۃ" دال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم نورانیت حقیقہ حسیہ سے متصف تھا اور نورانیت کو عدم سایہ لازم ۔ تو اس حدیث شریف سے سایہ کی نفی ہوئی ۔

مادر رسول اللہ ﷺ فرماتی ہیں

"رایت نورا ساطعا من راسه قد بلغ السماء"

میں نے آپ کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا جو آسمان تک پہنچا

(مطالع المسرات)

علامہ ابن سبع سے منقول ہے کہ

"کان النبی ﷺ یضئی البیت المظلم من نوره"

رسول اللہ ﷺ کے نور سے تاریک گھر روشن ہو جاتا تھا

مذکورہ احادیث مبارکہ سے بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کی نورانیت حسیہ ثابت ہوئی اور نفی سایہ لوازم نور سے ہونے کی وجہ سے ثابت۔ جسد انور کی نورانیت حسیہ حقیقیہ کی مثبتہ احادیث اس کثرت سے کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں کہ ان کا شمار مشکل اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کی نورانیت کا منکر ہے۔ تو جان لے کہ وہ نور ایمان سے خالی ہے

حاصل کلام یہ کہ آیات قرآنیہ و احادیث شریفہ سے رسول اللہ ﷺ کے جسم کے لئے نورانیت حسیہ حقیقیہ ثابت۔ اس لئے آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں اور دیگر افراد کے اجسام کے لئے نورانیت حسیہ ثابت نہیں۔ لہٰذا ان کا سایہ ہے جسم "پرنور" کو جسم "بے نور" پر قیاس قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل ہے

علاوہ ازیں نور اور عدم سایہ میں تلازم ہے کہ نور ملزوم اور عدم سایہ لازم۔ اور لازم کی نفی سے ملزوم کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ تو اگر رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس و انور سے عدم سایہ کی نفی کی جائے اور سایہ کا ثبوت۔ تو ملزوم یعنی رسول اللہ ﷺ سے نور ہونے کی

بھی نفی ہو جائے گی۔ حالانکہ آپ کا نور ہونا آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ سے ثابت اور آیات قرآنیہ و احادیث سے ثابت امر کی نفی و انکار کا کوئی مومن تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پھر یہ کہ قائلین سایہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کسی حکم کے اثبات کے لئے ادلہ اربعہ سے کوئی دلیل ہونی چاہئے۔ "ماو شما" پر قیاس سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ ادلہ ءاربعہ سے قائلین سایہ کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں یا مسلمہ ائمہ دین سے کسی ایک کا قول ہی پیش کردیں کہ جو اس پر دال ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کا سایہ ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ رسول اللہ ﷺ کو عوارض بشریہ لاحق ہوئے ہیں۔ مثلاً" پسینہ آنا' حوائج بشریہ سے متصف ہونا' تکلیف و مشقت' بدن میں خون کا ہونا اور بہنا۔ تو سایہ بھی چونکہ افراد بشر کو عارض ہوتا ہے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کو بھی عارض ہونا چاہئے

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کے ساتھ بشریت مطہرہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ نورانی عوارض بمقتضائے نورانیت پائے جاتے ہیں۔ اور بشری عوارض بمقتضائے بشریت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو جس طرح آپ کے لئے بمقتضائے بشریت بشری عوارض ——— سونا' بدن میں خون کا ہونا اور خون کا بہنا —— سے متصف —— ایسے ہی بمقتضائے نورانیت آپ عدم سایہ سے متصف۔ جو نورانیت کا عارض لازم ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے بشریت مطہرہ کی وجہ سے بشری عوارض تو تسلیم کر لئے جائیں اور عوارض نورانیت تسلیم نہ کئے جائیں۔ تو " ترجیح بلا مرجح" لازم آئیگی۔ ترجیح بلا مرجح باطل۔

تو نورانیت کا عرض لازم (نفی سایہ کا عدم) باطل۔ تو نفی سایہ ثابت ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کے لئے تمام

عوارض بشریہ ثابت ہوں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ بشریت کے فرد خاص ہیں۔ اور خاص اپنی خصوصیات کی وجہ سے عام سے مختلف ہو سکتا ہے۔

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی حاشیہ بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یجوز ان یکون حکم الخاص مخالفا للعام لخصوصیة فیه"

عبد الحکیم علی البیضاوی ص ۱۷۸

(۲۶) جام عرفان میں ہے۔

نورانیت سے نفی ظل پر استدلال یوں ہے۔

صغری رسول اللہ نور تھے۔

کبری ہر نور بے سایہ ہوتا ہے۔

نتیجہ رسول اللہ بے سایہ تھے۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ اس قیاس میں نور جو "حد اوسط" واقع ہوا ہے اس سے مراد اگر "نور محض" ہے تو کبری مسلم، مگر صغری باطل۔ اور اگر نور سے مراد "نور مع البشریت" ہے تو صغری مسلم لیکن کبری ممنوع ہے۔ اور اگر صغری میں نور مع البشریت مراد ہے اور کبری میں نور محض مراد ہے تو دونوں مقدمے درست مگر اس صورت میں حد اوسط متکرر نہیں جو شرط انتاج ہے۔

(جام عرفان مئی، جون 1996ء)

قیاس مذکور کا جو نتیجہ ذکر کیا گیا ہے حد اوسط کے اسقاط پر یہ نہیں آتا بلکہ اس قیاس کا

نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ رسول اللہ بے سایہ ہوتا ہے۔

یہ نتیجہ جو ادب و احترام سے عاری ہے کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ بارگاہ اقدس ﷺ میں استعمال کرے۔ قیاس کے مقدموں میں سقم کی وجہ سے بے ادبی پر مشتمل نتیجہ حاصل ہوا۔

ہم رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کے ساتھ بشریت مطہرہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا صغریٰ میں نور کے ساتھ بشریت بھی ملحوظ ہوگی۔ اور کبریٰ "کہ "ہر نور کا سایہ نہیں" بدیہی ہے۔ اور بدیہی کا انکار کوئی سلیم العقل نہیں کر سکتا۔ قائلین ظل کو اگر اس بدیہی سے انکار ہے تو کوئی ایسا نور دکھادیں جس کا سایہ ہو۔

یہ استدلال ایسا ہی مغالطہ آمیز ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے۔

مغالطہ (ا)

صغریٰ رسول اللہ ﷺ متحرک بالارادہ نور تھے۔

کبریٰ ہر متحرک بالارادہ نور عام حالات میں دکھائی نہیں دیتا۔

نتیجہ رسول اللہ ﷺ عام حالات میں دکھائی نہیں دیتے تھے۔

(جام عرفان مئی، جون 1996ء)

جواباً" گذارش ہے کہ مذکورہ قیاس بھی باطل ہے۔ اور قیاس صحیح کو اس پر قیاس کر کے باطل کہنا، بھی باطل ہے۔ باطل اس لئے کہ اس میں شرائط نتیجہ نہیں ہیں۔ کیونکہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے کلیۃ کبریٰ شرط ہے اور مذکورہ کبریٰ کی کلیۃ صادق نہیں۔ کیونکہ اس کی نقیض صادق آرہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ متحرک بالارادہ نور ہیں اور سفر و حضر میں عام حالات میں دکھائی دیتے تھے۔ تو اس کبریٰ (سالبہ کلیہ) کی نقیض موجبہ

جزئیہ صادق آئے گی۔ کہ بعض متحرک بالارادہ نور عام حالات میں دکھائی دیتے ہیں۔ جب اس کبریٰ سالبہ کلیہ کی نقیض صادق آئی تو سالبہ کلیہ کبریٰ باطل۔ اور کبریٰ کلیہ نہ ہونے کی وجہ سے نتیجہ بھی باطل۔

مغالطہ (۲)

صغریٰ رسول اللہ ﷺ نور تھے۔

کبریٰ نور کھاتا پیتا نہیں۔

نتیجہ رسول اللہ ﷺ کھاتے پیتے نہیں تھے۔

مغالطہ (۳)

صغریٰ رسول اللہ ﷺ نور تھے۔

کبریٰ نور کے جسم میں خون نہیں ہوتا۔

نتیجہ رسول اللہ ﷺ کے جسم میں خون نہیں تھا۔

ان قیاسیات کے نتائج غلط بر آمد ہو رہے ہیں۔ کیونکہ حد اوسط مکرر نہیں انتھی ملخصا

(سایہ مصطفیٰ ص 51)

مذکورہ دونوں قیاسوں میں حد اوسط مکرر ہے۔ عدم تدبر کی بناپر عدم تکریر کا قول کیا گیا

نتیجہ اس لئے درست نہیں کہ شرط نتیجہ ''کلیۃ کبریٰ'' مفقود' کیونکہ دونوں قیاسوں میں مذکور کبریٰ ''مہملہ'' ہے اگر کبریٰ کو سور کلیہ داخل کرنے کے بعد سالبہ کلیہ بنا بھی لیا جائے' تو بھی دونوں قیاسوں میں کبریٰ کاذب ہو گا۔ اس لئے کہ اس کی نقیض

موجبہ جزئیہ صادق آ رہی ہے۔ پہلے کبری کی نقیض "بعض نور کھاتے پیتے ہیں"۔ اور دوسرے کبری کی نقیض ہے۔ "بعض نوروں کے جسم میں خون ہوتا ہے"

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا نصوص قطعیہ و دلائل قاہرہ سے ثابت۔ آپ ﷺ کھاتے پیتے بھی تھے اور جسم انور میں خون بھی تھا۔

(۲۷) نیز یہ بھی کہا گیا ہے۔

"آپ کے لئے تمام عوارض بشریہ ثابت تھے۔"

(سایہ مصطفیٰ ص 49)

رسالہ مذکور صفحہ 5 پر ہے

"جب بشریت کے دیگر تمام عوارض آپ کے لئے
ثابت تھے تو سایہ بھی ثابت ہونا چاہئے۔"

یہ موجبہ کلیہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام عوارض بشریہ ثابت تھے۔ اس کا دعوی تو کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی دعوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے نامقبول و مردود ہو گا۔

بلکہ دلیل سے تو اس موجبہ کلیہ کا بطلان ثابت ہے۔ کیونکہ یہ صادق ہے۔ کہ "بعض عوارض بشریہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ثابت نہیں تھے" مثلاً "کہ جب کسی بشر کا دل اس کے بدن سے نکال دیا جائے تو وقوع موت اسے عارض ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے جسم انور سے چار مرتبہ قلب انور نکالا گیا لیکن آپ کو وقوع موت کا بشری عارضہ 'عارض نہ ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ بعض عوارض بشریہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ثابت نہیں تھے۔ جب یہ سالبہ جزئیہ ثابت ہوا تو یہ موجبہ کلیہ "کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام عوارض بشریہ ثابت

تھے" باطل ہوا کیونکہ یہ دونوں قضیے آپس میں نقیضین ہیں جب ایک نقیض ثابت ہو تو دوسری کا بطلان ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

پھر یہ کہ سایہ عوارض بشریہ سے نہیں، بلکہ جسم تاریک کے عوارضات سے ہے۔ خواہ جسم تاریک بشر کا ہو، پتھر کا ہو یا کسی درخت کا۔ رسول اللہ ﷺ کا جسد اقدس تاریک نہیں، اس لئے آپ کا سایہ بھی نہیں۔ لہٰذا قائلین سایہ کا قول ---- "جب بشریت کے دیگر تمام عوارض آپ کے لئے ثابت تھے تو سایہ بھی ثابت ہونا چاہئے" ---- باطل ہوا۔

(۲۸) یہ بھی کہا گیا ہے۔

> "کہ رسول اللہ ﷺ کے نور کو نور شمس پر قیاس کر کے یہ کہنا کہ جس طرح سورج کا سایہ نہیں کیونکہ وہ نور ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ کیونکہ آپ نور تھے قیاس مع الفارق۔ کیونکہ سورج کا نور تو نور محض ہے۔ اور اس کو بشر کے عوارض میں سے کوئی بھی عارضہ لاحق نہیں ہے۔ جب کہ رسول اللہ نور مع البشر ہیں"
>
> (جام عرفان مئی، جون 1996ء)

قائلین سایہ کا یہ قول بھی غلط ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نور کا فرد کامل ہیں۔ آپ کی ذات میں نورانیت علی وجہ الاتم والاکمل موجود ہے۔ کیونکہ قد جاءکم من اللّٰہ نور میں نور مطلق کا ذکر ہے اور مطلق سے مراد اس کا فرد کامل ہوتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نور کا فرد کامل ہوئے اور سورج نور کا فرد ناقص، ناقص نور کا تو نور ہونے کی وجہ سے سایہ نہ ہو۔ اور کامل نور کا "نور کامل" ہونے کے باوجود سایہ ہو۔ یہ ترجیح مرجوح ہے

-اور ترجیح مرجوح باطل- تو آپ کا سایہ ہونا بھی باطل ہوا۔

پھر یہ کہ سایہ کا نہ ہونا نور کے لوازم سے ہے۔ جہاں نور ہو گا تو عدم سایہ بھی متحقق ہو گا۔ عوارض بشریت کے وجود یا عدم کو عدم تحقق سایہ میں کوئی دخل نہیں، تو یہ کہنا کہ-----

سورج کو عوارض بشریت سے کوئی لاحق نہیں۔ لہٰذا اس کا سایہ نہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نور مع البشر ہیں۔ لہٰذا آپ کا سایہ ہو گا

-----درست نہ ہوا۔

علاوہ ازیں نور ملزوم اور عدم سایہ لازم ہے۔ چونکہ لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ رفع لازم رفع ملزوم کو مستلزم ہے۔ لہٰذا نفی عدم سایہ سے رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کا انکار لازم آئے گا۔ اور نورانیت کے انکار سے ان آیات قرآنیہ و احادیث کا انکار لازم آئے گا۔ جن سے آپ کی نورانیت ثابت ہے۔ لازم باطل، تو ملزوم بھی باطل ہوا۔

(۷۹) جام عرفان میں ہے

یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جب یہ مانا جائے کہ سورج کا سایہ نہ ہونے کی وجہ اس کا نور ہونا ہے۔ جب کہ یہی بات درست نہیں ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ہے۔ "درحقیقت سائے کے منافی نورانیت نہیں بلکہ شفافیت ہے۔
"

(جام عرفان مئی، جون 1996ء)

یہ کہنا کہ سورج کے سایہ کا عدم سورج کے نور کی وجہ سے نہیں بلکہ سورج کے شفاف ہونے کی وجہ سے ہے درست نہیں کیونکہ سورج کا سایہ اگر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے نہ ہوتا تو سورج سے آرپار نظر آتا۔ کیونکہ شفاف کا معنی ہے۔ نہائت صاف جس میں آرپار نظر آئے۔ جب سورج میں یہ وصف نہیں تو سورج کے سایہ کا عدم، نور ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ شفاف ہونے کی وجہ سے

آیات و احادیث نور سے رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے
پر استدلال تو درست ہے۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن
ان کو نفی ظل کی دلیل بنانا صحیح نہیں۔

(ماہنامہ جام عرفان مئی، جون 1996ء)

قائلین سایہ نے آیات و احادیث دالہ بر نورانیت رسول اللہ ﷺ سے آپ کے عدم ظل پر استدلال کے غیر صحیح ہونے کا دعوی تو کر دیا۔ لیکن "دعوی عدم صحت" پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔ حالانکہ دعاوی کے اثبات کے لئے دلیل ضروری ہے۔ بلا دلیل دعاوی باطل و غیر مسموع ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ جسم انور کا نور ہونا ملزوم ہے۔ اور عدم سایہ اسے لازم ہے۔ اور وجود ملزوم ہی وجود لازم ہے۔ یعنی ملزوم کا وجود بعینہ لازم کا وجود ہے۔ لہذا جب رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کو نور تسلیم کر لیا، تو لازم یعنی "عدم سایہ" بھی تسلیم ہو گیا۔ بعد میں انکار اجتماع نقیضین ہونے کی وجہ سے باطل ہو گا۔ لہذا یہ کہنا کہ "آیات و احادیث نور کو نفی ظل کی دلیل بنانا صحیح نہیں" درست نہ ہوا۔

نبراس شرح، شرح عقائد میں ہے۔

لوازم الماهية متحدة مع الماهيتو جودا و عدما بمعنى ان وجود الماهية عين وجودها كالزوجية للاربعة يعنى لوازم ماهية

ماہیت کے ساتھ وجود اور عدم میں متحد ہیں۔ بایں معنی کہ بے شک وجود ماھیۃ بعینہ وجود لوازم ہے۔ جیسے زوجیت اربعہ کو لازم ہے تو اربعہ کا وجود بعینہ زوجیت کا وجود ہے۔ پھر یہ کہ وجود ملزوم سے وجود لازم پر استلال کا صحیح ہونا تمام علماء و عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔ اس کی صحت کا انکار تحکم یا تصریحات علماء سے لاعلمی کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے۔

سلم العلوم میں ہے۔

"ینتج وضع المقدم وضع التالی لان وجود الملزوم مستلزم لوجود اللازم"

(۳۰) جام عرفان مئی، جون 1996ء میں ہے۔

"ہمیں اس بات پر سخت حیرانی ہے۔ کہ جو علماء نفی ظل کے قائل ہیں۔ وہ اس بات کو بھی درست سیلم کرتے ہیں۔ کہ سرور عالم ﷺ کے جسم اقدس سے ایسی تیز روشنی پھوٹا کرتی تھی۔ کہ اس کے سامنے سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی تھی۔ ایسی تیز روشنی آسمانوں تک نہ بھی پہنچے تب بھی زمین پر تاحد نظر ضرور پھیلتی ہو گی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ روشنی زمین کے کسی نجس حصے پر نہیں پڑا کرتی تھی۔ کیا اس پر لوگوں کے پاؤں نہیں پڑا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے پاؤں پر نہیں پڑا کرتی تھی۔ کیا ان چیزوں سے اس مقدس روشنی کی بے ادبی نہیں

ہوتی تھی"

جواباً" گزارش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت مقدسہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے مقدس نور کی بے ادبی ہو گی۔ کیونکہ وہ نجس جگہوں پر پڑے گا۔ اور لوگوں کے پاؤں پر پڑے گا۔ اور پاؤں اس پر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

اور اس تسبیح کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تسبیح حقیقی ہے جیسا کہ مفردات امام راغب میں مرقوم ہے۔ فذلک یقتضی ان یکون تسبیحا" علی الحقیقة یعنی دلائل و قرآئن اس کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ آیت مبارکہ تسبیح حقیقی پر محمول ہو یعنی تسبیح قولی مراد لی جائے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی پ ۱۵ میں تسبیح قولی و حقیقی پر احادیث و آثار کثیرہ ذکر فرما کر لکھتے ہیں۔

"لا یکاد یخفی من الاخبار و الاثار وھی بمجموعھا متعاضدة فی الدلالة علی ان التسبیح قالی کما لا یخفی و ھو منھب الصوفیة"

یعنی بے شمار احادیث اور اثار مجموعی قوت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں میں اللہ تعالٰی نے جس تسبیح کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ تسبیح قولی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی صوفیہ کا مذہب ہے۔

اس کے چند سطور بعد ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

"و لعل الاولی فیہ ان یلتزم التسبیح علی ما ھو الاعم من الحالی

والقالی و یثبت کلا النوعین لکل شئی"

یعنی اولی یہ ہے کہ یہاں تسبیح سے عام مراد لی جائے جو حالی و قالی دونوں کو شامل ہو اور دونوں قسم کی تسبیح ہر شئی کے لئے ثابت کی جائے۔

ان عبارات سے ظاہر ہوا۔ کہ عالم کا ہر ذرہ تسبیح قالی و حالی میں مصروف ہے۔ خواہ وہ پاک ہوں یا ناپاک پھر مٹی اور ریت کے ذرات جو اللہ تعالی کی تسبیح کناں ہیں۔ ان پر لوگوں کے قدم بھی پڑتے ہیں وہ بھی لوگوں کے قدموں پر پڑتے ہیں۔ جب تسبیح تمام ذرات میں موجود اور تسبیح کہنے والے ذرات پر پاؤں بھی رکھے جاتے ہیں۔ وہ بھی قدموں پر پڑتے ہیں ۔ اس سے تسبیح الہی کی توہین اور بے ادبی نہیں 'تو جلوہ ہائے ذات محمدی ﷺ کی بے ادبی کیسے ؟جب وہ تمام ذرات پر پڑیں۔

حرف آخر

الحمد للہ نہائت تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہوا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم پاک ایسا نورانی اور لطیف تھا۔ کہ اس کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور منکرین نفی سایہ اپنے مدعی پر کوئی ضعیف روایت بھی پیش نہ کر سکے۔ اور نہ ہی مسلمہ ائمہ دین سے کسی ایک کا کوئی قول اپنی تائید میں پیش کر سکے ہیں۔

قائلین سایہ کی اپنے مدعی کے اثبات پر سب سے بڑی دلیل رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو دیگر افراد بشر پر قیاس کرنا ہے۔ کہ جس طرح دیگر افراد بشر کے جسم کا سایہ ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے جسم کا بھی سایہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ بھی بشر ہیں۔

حالانکہ یہ قیاس بوجوہ باطل ہے۔

اولا" اس لئے کہ اس قیاس میں جسم نورانی و لطیف کو جسم غیر نورانی و غیر لطیف پر

قیاس کیا گیا ہے۔ جو کہ باطل ہے۔

ثانیاً" نبی کو غیر نبی پر قیاس کیا گیا۔ اور قیاس مع الفارق ہے لہٰذا باطل ہوا۔

ثالثاً" یہ قیاس ان آیات و احادیث کے معارض ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے جسد پاک کے عدم سایہ پر دلیل ہیں۔ لہٰذا آیات و احادیث کے معارض ہونے کی وجہ سے باطل ہوا۔

دلیل شکل اول کی صورت میں یوں مرتب ہوگی۔

صغریٰ قیاس مذکور آیات و احادیث کے معارض ہے۔

کبریٰ جو آیات و احادیث کے معارض ہو باطل ہے۔

نتیجہ قیاس مذکور باطل ہے۔

جب یہ قیاس باطل ہوا تو اس سے "رسول اللہ ﷺ کے جسم پاک کے سایہ پر" استدلال بھی باطل، کیونکہ باطل سے استدلال بھی باطل ہے۔

شکل اول سے حاصل شدہ نتیجہ کو صغریٰ بنایا جائے۔ اور سہل الحصول کبریٰ اس سے ملایا جائے تو دلیل یوں مرتب ہوگی۔

صغریٰ قیاس مذکور باطل ہے۔

کبریٰ ہر باطل سے استدلال باطل ہے۔

نتیجہ قیاس مذکور سے استدلال باطل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

محمد یعقوب ہزاروی

30 جون 1998ء